تنظیم اسلامی

مئی ۲۰۰۱ء

ماہنامہ

میثاق

لاہور

بانی: ڈاکٹر اسرار احمدؒ

نظام خلافت کیا ہے؟

- **نظامِ خلافت**، اللہ تعالیٰ کی حاکمیت مطلقہ کے اعلان و اقرار اور قرآن و سنت کی غیر مشروط بالادستی کے عملی نفاذ کا نام ہے۔
- **نظامِ خلافت**، اسلامی ریاست کے ہر شہری مسلم ہو یا غیر مسلم، کی جان و مال عزت و آبرو کی حفاظت کی ضمانت دیتا ہے۔
- **نظامِ خلافت**، اسلامی ریاست کے ہر شہری کی بنیادی ضروریات یعنی غذا، لباس، رہائش، علاج و تعلیم وغیرہ کا ذمہ دار ہے۔
- **نظامِ خلافت**، تمام کائنات اور انسانوں کے خالق و مالک کے ابدی پیغام کو تمام دنیا کے انسانوں تک پہنچانے کا اہتمام کرتا ہے۔
- **نظامِ خلافت**، اسلامی ریاست کے تمام شہریوں کو فوری عدل و انصاف فراہم کرنے کا ضامن ہے۔
- **نظامِ خلافت**، میں مردوں اور عورتوں کے الگ الگ دائرہ کار معین ہیں۔ یہ نظام عورت کو پورا اختیار دیتا ہے کہ اللہ اور رسولؐ کی قائم کردہ ستر و حجاب کی حدود کو پیش نظر رکھتے ہوئے بوقت ضرورت کاروبارِ حیات میں شرکت کر سکے۔
- **نظامِ خلافت**، عورتوں کی عزت و ناموس کا محافظ اور حقوق نسواں کا پاسبان ہے۔
- **نظامِ خلافت**، نہ صرف یہ کہ تمام انسانوں کی تعلیم و تربیت کا خصوصی اہتمام اس نقطۂ نگاہ سے کرتا ہے کہ وہ اپنے مقصد حیات سے آگاہ ہوں، بلکہ اس کے مطابق ان کی رہنمائی اور مدد بھی کرتا ہے۔
- **نظامِ خلافت**، مسلمانوں کے دلوں میں جذبۂ جہاد کی روح بیدار کرنے کا ضامن بھی ہے تاکہ حزب الشیطان کے حملوں کا مؤثر جواب دیا جا سکے۔

خلاصہ کلام:

نظامِ خلافت کا قیام وقت کی اہم ترین ضرورت ہے!

وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيْثَاقَهُ الَّذِيْ وَاثَقَكُمْ بِهٖٓ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا (القرآن)

ترجمہ: اور اپنے اوپر اللہ کے فضل کو اور اس کے اس میثاق کو یاد رکھو جو اس نے تم سے لیا جبکہ تم نے اقرار کیا کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی

جلد : ۵۰

شمارہ : ۵

صفر المظفر ۱۴۲۲ھ

مئی ۲۰۰۱ء

فی شمارہ -/۱۰

سالانہ زرتعاون -/۱۰۰

لاہور

ماہنامہ

میثاق

مدیر مسئول

ڈاکٹر اسرار احمد

ادارہ تحریر

حافظ عاکف سعید

حافظ خالد محمود خضر

سالانہ زرتعاون برائے بیرونی ممالک

☆ امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا' نیوزی لینڈ 22 ڈالر (800 روپے)

☆ سعودی عرب' کویت' بحرین' قطر' عرب امارات 17 ڈالر (600 روپے)
بھارت' بنگلہ دیش' افریقہ' ایشیا' یورپ' جاپان

☆ ایران' ترکی' اومان' مسقط' عراق' الجزائر' مصر 10 ڈالر (400 روپے)

ترسیل زر: مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

مکتبہ مرکزی انجمن خدّام القرآن لاہور رجسٹرڈ

مقام اشاعت: 36- کے ماڈل ٹاؤن' لاہور 54700' فون: 03-02-5869501
فیکس: 5834000 ای میل: anjuman@tanzeem.org

ویب سائٹ ایڈریس: www.tanzeem.org

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی: 67- گڑھی شاہو' علامہ اقبال روڈ' لاہور
فون: 6316638-6366638 فیکس: 6305110
ای میل: markaz@tanzeem.org

پبلشر: ناظم مکتبہ مرکزی انجمن طابع: رشید احمد چوہدری مطبع: مکتبہ جدید پریس (پرائیویٹ) لمیٹڈ

مشمولات

عرض احوال ——— ۳

حافظ عاکف سعید

حالات حاضرہ ——— ۵

ملکی وملی حالات پر امیر تنظیم اسلامی کے تبصروں پر مشتمل پریس ریلیز

ادارہ

افغانستان ——— ۷

افغانستان پر عالمی پابندیاں کیوں؟

ڈاکٹر سلطان بشیر الدین محمود

اسلامی معاشرت ——— ۲۳

اسلام میں عورت کا مقام (۲)

ڈاکٹر اسرار احمد

عبادت رب ——— ۴۸

انسان کا مقصد تخلیق

محبوب الحق عاجز

منہاج المسلم (۱۴) ——— ۶۵

شیطان کے ولی اور شعبدہ بازی

علامہ ابوبکر الجزائری

بحث و نظر ——— ۷۱

کیا امت مسلمہ کو نئے ممالک فتح کرنے کا مسئلہ درپیش ہے؟

حافظ حامد محمود

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض احوال

امیر تنظیم اسلامی کا دورۂ افغانستان

امیر تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد حفظہ اللہ پانچ روزہ دورۂ افغانستان کے بعد لاہور واپس تشریف لا چکے ہیں۔ اس سفر میں نائب امیر تنظیم اسلامی اور بعض امراء حلقہ جات کے علاوہ چند دیگر رفقاء واحباب بھی ان کے ہمراہ تھے۔ امیر تنظیم سوموار ۱۶/اپریل کو کوئٹہ سے براستہ چمن قندھار پہنچے۔ دو دن وہاں قیام کے بعد بدھ کے روز کابل تشریف لے گئے۔ جمعرات کی شام کابل سے قندھار واپسی ہوئی اور پھر ہفتہ ۲۱/اپریل کی صبح قندھار سے براستہ چمن واپس کوئٹہ کے لئے روانہ ہوئے۔ اس پورے سفر کے دوران امیر محترم اور ان کے وفد کو امارت اسلامی افغانستان نے سرکاری مہمان کا درجہ دیئے رکھا اور حد درجہ اعزاز و اکرام کیا۔ امیر المومنین ملا عمر مجاہد سے ملاقات کا موقع ملا اور بہت سے وزراء اور اہم سرکاری اہلکاروں سے ملاقات اور تفصیلی گفتگوؤں کا بھی موقع ملا۔

گزشتہ روز امیر محترم نے قرآن آڈیٹوریم میں اپنے اس دورے کے مشاہدات و تاثرات بیان فرمائے۔ امیر محترم نے اپنے اس گہرے تاثر کا اظہار کیا کہ افغانستان میں اس وقت تاریخ عالم ایک بہت اہم موڑ لے رہی ہے' جس کا نتیجہ ان شاء اللہ بہت جلد عالمی غلبہ اسلام کی صورت میں نکلنے والا ہے۔ انہوں نے طالبان کی اعلیٰ قیادت کے بارے میں اپنا یہ تاثر بیان کیا کہ وہ لوگ دورِ خلافت راشدہ کی سادگی کا جیتا جاگتا نمونہ ہیں۔ خود امیر المومنین ملا عمر مجاہد حفظہ اللہ جو امارت اسلامی افغانستان کے اعلیٰ ترین عہدے پر فائز ہیں' ان کی سادگی کا یہ عالم ہے کہ امیر تنظیم اسلامی جب ان سے ملاقات کے لئے پہنچے تو وہ سیدھے سادے لباس اور ایک عام سی چادر میں ملبوس مسجد کے برآمدے میں ان کے استقبال کے لئے کھڑے تھے اور ایک عام شہری اور ان میں امتیاز کرنا مشکل تھا۔ اسی طرح دوسرے حکومتی عہدیدار بھی تکبر اور حکمرانوں والی اکڑ سے بالکل پاک ہیں۔

اسلامی حدود و تعزیرات کے نفاذ کی برکت سے افغان معاشرہ جرائم سے پاک ہو کر ﴿وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا﴾ کے مصداق امن کا گہوارہ بن چکا ہے۔ امریکہ دنیا کی واحد سپریم پاور ہونے کے باوجود اپنے معاشرے میں اس طرح کا امن و سکون قائم نہیں کر سکا

جو افغانستان میں طالبان نے کر دکھایا ہے۔ محترم ڈاکٹر صاحب نے فرزند اقبال ڈاکٹر جاوید اقبال کے اس تاثر کو بالکل بجا قرار دیا کہ جس طرح کا نظام طالبان نے اپنے ہاں قائم کیا ہے یہ نظام اگر چند مسلمان ممالک میں قائم ہو جائے تو اسے دیکھ کر پوری دنیا اسلام قبول کر لے گی۔ انہوں نے کہا کہ مغربی میڈیا افغانستان کے بارے میں بہت غلط پراپیگنڈا کر رہا ہے' جبکہ وہاں نہ تو جبر و تشدد کے کوئی آثار نظر آتے ہیں اور نہ ہی خوف و دہشت کی فضا موجود ہے۔ سڑکوں اور بازاروں میں معمول کی آمد و رفت اور خرید و فروخت جاری ہے اور خواتین کے آنے جانے پر بھی کوئی پابندی نہیں' البتہ وہاں کوئی عورت بغیر پردے کے نظر نہیں آتی۔

اپنے دورے کے دوران مختلف شخصیات سے ملاقاتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے محترم ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ ان ملاقاتوں سے کئی قسم کے مغالطے رفع ہوئے ہیں۔ افغانستان میں متعین پاکستانی سفیر نے بھی اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ غیر تربیت یافتہ ہونے کے باوجود طالبان دنیا کے بہترین سپاہی اور بہترین منتظم ہیں۔ انہوں نے کہا کہ افغانستان مین بیعت کی بنیاد پر کامل وحدانی (unitary) نظام قائم ہے اور اس میں مشاورت کا عنصر بہت حد تک غالب ہے۔ امیر محترم نے بتایا کہ انہوں نے افغان حکومت کو مشورہ دیا ہے کہ ''امارت اسلامی افغانستان'' کے بجائے ''خلافت اسلامی افغانستان'' کا نام اختیار کریں جس پر انہوں نے کہا کہ ہم آئندہ مشاورت میں اس پر غور کریں گے۔ دوران ملاقات پاکستان میں اقامت دین کی جدوجہد کے حوالے سے ملا عمر مجاہد نے فرمایا کہ یہ جدوجہد تمام مسلمانوں کو اپنے اپنے ممالک میں جاری رکھنی چاہئے۔ تاہم اس کے لئے مسلمانوں بالخصوص علماء کے باہمی اختلافات کا خاتمہ بہت ضروری ہے۔

واضح رہے کہ افغانستان میں طالبان حکومت کے قیام کے بعد تنظیم اسلامی کے وفود قبل ازیں افغانستان کے دورے کر چکے ہیں' البتہ امیر تنظیم اسلامی شدید خواہش کے باوجود اپنے گھٹنوں اور کمر کی تکلیف اور دیگر عوارض کی بناء پر ابھی تک افغانستان نہیں جا سکے تھے اور یہ ان کا پہلا دورۂ افغانستان تھا۔ امیر محترم کے مشاہدات و تاثرات پر مشتمل خطاب ان شاء اللہ العزیز آئندہ میثاق میں شائع کر دیا جائے گا۔

حالات حاضرہ

ملکی، ملی اور بین الاقوامی حالات پر امیر تنظیم اسلامی کا تبصرہ

خطابات جمعہ (مسجد دار السلام لاہور) کے پریس ریلیز کے آئینے میں

☆

۶/اپریل کا خطاب جمعہ

چیف ایگزیکٹو پرویز مشرف جب اقتدار میں آئے تو ان کی بغل میں دو کتے تھے لیکن تھیلے میں ایک بلی بھی تھی جو اس وقت باہر نہیں آئی تھی۔ تاہم ان کے اس اعلان سے کہ وہ آئندہ صدر بنیں گے اور فوج سے ریٹائرڈ نہیں ہوں گے گویا وہ بلی بھی تھیلے سے باہر آ گئی ہے۔ فوج کتنی بھی نیک نیتی سے حکومت چلانے کی ذمہ داری ادا کرے چھوٹے صوبوں میں یہی احساس محرومی پیدا ہوگا کہ یہ پنجابی فوج ہے اور پنجاب ہم پر حکومت کر رہا ہے۔ لہٰذا کچھ ہی عرصے بعد چھوٹے صوبوں میں اس حکومت کے خلاف شدید ردعمل پیدا ہوگا جیسے جنرل ایوب اور جنرل ضیاء کے خلاف ہوا تھا۔ چنانچہ بحالیٔ جمہوریت کی تحریک جب چلے گی تو ماضی کی طرح دینی جماعتیں بھی اس میں شامل ہو جائیں گی اور اس اکھاڑ پچھاڑ کے نتیجے میں ایک بار پھر ہمیں ابتدا سے اپنے جمہوری سفر کا آغاز کرنا ہوگا۔

چیف ایگزیکٹو کا آئندہ صدر بننے کا فیصلہ جمہوریت کش فیصلہ ہے۔ انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ اگرچہ یہاں جمہوریت کا پودا پھل پھول نہیں سکا لیکن جمہوریت یہاں کے عوام کی گھٹی میں پڑی ہوئی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ ملک ایک جمہوری عمل کے نتیجے میں ہی معرض وجود میں آیا تھا۔ لہٰذا اپنے اقتدار کو طول دینے کی ان کی خواہش ملک وملت کے لئے سخت نقصان دہ ہوگی۔ اس منحوس چکر سے نکلنے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ دینی جماعتیں کشمکش اقتدار سے الگ رہتے ہوئے اپنا الگ اتحاد بنائیں اور نفاذ اسلام کیلئے خالص دینی ایشوز پر بھرپور تحریک چلائیں تو یہاں اسلامی انقلاب برپا ہو سکتا ہے جس پر ملک کے

استحکام اور بقاء کا انحصار ہے۔

امیر تنظیم اسلامی نے پشاور میں منعقد ہونے والی دیوبند کانفرنس کے بارے میں امید ظاہر کی کہ اس کانفرنس سے طالبان کی اسلامی حکومت کو تقویت ملے گی۔ ڈاکٹر صاحب نے معروف کالم نگار اور ادیب صاحبزادہ خورشید احمد گیلانی کی صحت یابی کے لئے اجتماعی دعا بھی کرائی۔

۱۳/اپریل کا خطاب جمعہ

ہمارے لئے اس سے بڑا المیہ کیا ہوگا کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کا چیف ایگزیکٹو داڑھی اور شعائر اسلامی کی کھلم کھلا توہین کر رہا ہے۔ اسی طرح پہلی جماعت سے انگریزی کی تعلیم کا لزوم اور سکولوں کو نصاب تعلیم کے اختیار میں آزادی بھی دراصل اسلام بیزاری اور ملک کے تعلیمی نصاب کو مغرب زدہ کرنے کا مظہر ہے۔ حکومت نے اپنے غیر ملکی آقاؤں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے سی ٹی بی ٹی کا مردہ کھڑا کر کے ملک کی سلامتی کو داؤ پر لگانے کا تہیہ کر لیا ہے۔ بلدیاتی انتخابات میں عورتوں کی ۳۳ فیصد نشستیں مخصوص کرنے کی پالیسی ہی کیا کم اسلام دشمن رویئے کی آئینہ دار تھی کہ اب سپریم کورٹ کے سود کے خاتمے کے فیصلے کے خلاف نظر ثانی کی اپیل کا ایٹم بم بھی گرا دیا گیا ہے۔ یہ سب کچھ قیام پاکستان کے مقاصد سے انحراف کے مترادف ہے۔

تاہم اس معاملے کا زیادہ افسوس ناک پہلو یہ ہے کہ ہماری دینی جماعتیں اس سب کے باوجود اپنی فرقہ وارانہ اور سیاسی مصلحتوں سے بالاتر ہو کر دین کے نفاذ اور تحفظ کے لئے متحد ہونے اور ان اسلام دشمن اقدامات کے خلاف بھرپور تحریک چلانے پر آمادہ نظر نہیں آتیں۔ کاش ہمارے پاس مناسب قوت ہوتی اور ہم دین کو نقصان پہنچانے والے لوگوں کو روک سکتے۔ اگر ہماری دینی جماعتیں کشمکش اقتدار کی سیاست سے کنارہ کش ہو کر باہم متحد ہو جائیں اور ملک میں نفاذِ اسلام کے لئے تحریک چلائیں تو ملک میں چند ہفتوں میں نفاذ شریعت کے عمل کا آغاز ہو سکتا ہے۔

افغانستان پر عالمی پابندیاں کیوں؟

مشہور ایٹمی سائنس دان ڈاکٹر سلطان بشیر الدین محمود
کا ماہانہ دعوت فورم میں خطاب' منعقدہ ۲۳ مارچ ۲۰۰۱ء
بمقام: دفتر تنظیم اسلامی لاہور (جنوبی)

نئی صدی کی آمد کو ایک سال ہو گیا ہے اور اس نئی صدی کا انتظار مختلف لوگوں کو مختلف طریقے سے رہا۔ اس کے تناظر میں بڑی باتیں ہوئیں' بڑی پیشین گوئیاں ہوئیں کہ یہ صدی اپنے ساتھ بڑے عجیب اور مہیب واقعات لائے گی۔ اسی تناظر میں قیامت کے بارے میں حضور ﷺ کی احادیث میں پیشین گوئیاں ہیں اور ان پر جب ہم غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ہم آخری زمانہ میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ بے شمار واقعات پورے ہو چکے ہیں اور اب واقعات کی رفتار اس قدر تیز ہو چکی ہے کہ آن جنابؐ نے فرمایا تھا کہ قیامت کے نزدیک سال مہینہ ہو گا' مہینہ دن اور دن ایک ساعت کی مانند ہو گا۔ تاریخ کے وہ واقعات جو صدیوں میں ہوتے تھے' اب سالوں میں ہو رہے ہیں۔ واقعات کا جلد رونما ہونا اس بات کی نشانی ہے کہ ہم زمانے کے آخری دہانے پر پہنچ چکے ہیں۔ لیکن اس آخری دہانے میں ابھی ایک اور واقعہ ہونا ہے اور وہ ہے دین حق کا تمام عالم پر غلبہ۔ اس کی منزل بھی شروع ہو چکی ہے۔ آپ سب نے دیکھ لیا' آپ کے سامنے یہ ہو چکا ہے کہ دنیا کی سب سے بڑی ملحد پاور روس کو افغانستان کے غیور مسلمانوں نے پاکستان کے غیور مسلمانوں کے تعاون سے ملیامیٹ کر دیا ہے۔ سوویت یونین تاریخ کا ایک حصہ بن گیا ہے اور الحاد کے داعی ختم ہو گئے۔ یہ اس بات کی طرف پیش خیمہ ہے کہ الحاد کے بعد مشرک پاورز کی باری آنے والی ہے۔

افغانستان میں جو کچھ ہو رہا ہے' جو پابندیاں لگائی جا رہی ہیں' ایسا کیوں ہو رہا ہے؟ یہ نہیں کہ وہ کسی کے لئے خطرہ ہیں۔ وہ لینڈ لارڈ ملک ہے' جس کی کوئی بحری قوت نہیں' جس کی اس وقت کوئی ہوائی قوت نہیں' اس سے کیوں خطرہ محسوس کر رہے ہیں۔

اس سے ملٹری خطرہ نہیں بلکہ آئیڈیالوجیکل خطرہ ہے۔ وہاں سے نور پھوٹ پڑا ہے' اور وہ جانتے ہیں وہ اسے پھونکوں سے بجھا نہیں سکتے۔ اور پاکستان کے پکے اور سچے مسلمان اس نور میں ان کے ساتھ ہیں۔ اس لئے کہ وہ جانتے ہیں اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ایسا نہ ہو کہ جو نور افغانستان سے پھوٹا ہے' یہ کہیں دوسرے مسلمان ممالک کو جگمگا دے۔ ورنہ افغانستان کے اوپر جو پابندیاں لگی ہیں' وہاں جو رکاوٹیں ڈالی جارہی ہیں وہ اس لئے کہ طالبان کی حکومت کو ختم کرنے کا کوئی اور جواز نہیں ہے۔ ہم جو مسلمان ہیں' ہم نے جب اس چیز کا تجزیہ کرنا ہے تو یہ اس تناظر میں کرنا پڑے گا کہ یہ اسلام کی جنگ ہے۔ اگر آج طالبان حکومت مسعود والے طریقے اپنا لے تو اس کی کسی کے ساتھ جنگ نہیں رہے گی۔ امریکہ' برطانیہ' ہندوستان ان کی امداد کے لئے آگے بڑھیں گے۔ اس وقت وہاں جو کچھ ہو رہا ہے' جو پابندیاں لگی ہوئی ہیں یہ محض اس لئے ہیں کہ ان لوگوں نے اسلام کا جھنڈا بلند کر دیا ہے۔

وہاں کے حالات آپ کے سامنے ہیں' دنیاوی اعتبار سے اس وقت وہاں بڑے مشکل حالات ہیں۔ میں کئی دفعہ وہاں جا چکا ہوں۔ آنکھوں سے دیکھ چکا ہوں۔ گاؤں میں بھی گیا ہوں اور شہروں میں بھی' وہاں بہت زیادہ غربت ہے' چودہ پندرہ لاکھ شہداء کی بیوائیں ہیں' چالیس پچاس لاکھ یتیم بچے ہیں جو اس وقت آبادی کا ایک بہت بڑا حصہ ہیں۔ وہاں تباہی ایسے ہوئی ہے جیسے ہیروشیما اور ناگاساکی میں ہوئی تھی۔ ابھی قربانی کے دنوں میں تنظیم اسلامی اور ''امہ تعمیر نو'' نے مل کر وہاں قربانی کے جانور ذبح کئے۔ ہمارے ساتھی گاؤں میں گئے تو معلوم ہوا کہ بعض لوگوں نے ایک ایک سال سے گوشت دیکھا تک نہیں۔ اس قدر سخت حالات میں بھی وہ ثابت قدم ہیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ غربت جرائم کو جنم دیتی ہے' اس سے ٹینشن پیدا ہوتی ہے' اس سے ڈپریشن ہوتا ہے' خودکشیاں ہوتی ہیں وغیرہ' یہ ساری تھیوریاں افغانستان میں فیل ہو جاتی ہیں۔ نہ وہاں کوئی ڈپریشن ہے' نہ کوئی جرائم اور نہ ہی کوئی پریشانی ہے۔ وہاں گلاب کے پھول جیسے کھلے چہرے ملتے ہیں۔ تو وہ کیا چیز ہے جو اس قدر شدید غربت کے باوجود ان کے دلوں میں اطمینان رکھے ہوئے ہیں؟ ﴿اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ﴾ قرآن

مجید کی بہت ساری آیات کا نقشہ آپ کو وہاں نظر آتا ہے۔ غربت کے باوجود کوئی جرائم نہیں۔ خوست کا ایک آدمی جو کہ طالبان کا حامی نہیں ہے' میرے پاس آ کر ان کی بہت ساری برائیاں کر رہا تھا کہ اتنے سالوں میں وہاں بجلی نہیں' پانی نہیں' سڑکیں نہیں بنائی۔ میں نے پوچھا انہوں نے کوئی اچھا کام بھی کیا ہے' کوئی امن و امان کا مسئلہ بھی ہے؟ کہنے لگا ہاں' یہ بات تو ٹھیک ہے۔ ہمارے علاقے میں دو سال پہلے ایک چوری ہوئی تھی۔ میں نے اس سے کہا یہاں تو ایک گھنٹے میں اتنی چوریاں ہو جاتی ہیں کہ جن کی گنتی کرنا مشکل ہے۔ آپ جیسے ہی طورخم سے داخل ہوتے ہیں آپ کو اسلام کی برکات نظر آنا شروع ہو جاتی ہیں۔ طورخم پر کوئی لائن بھی نہیں ہے' ڈیورنڈ لائن تو صرف کاغذوں میں ہے لیکن یقین جانئے کہ میرے وطن کی طرف گھٹن ہے اور وہاں کشادگی ہے۔ یہ میں نے خود دیکھا کہ یہاں کی ہوا میں مجھے ایک کثافت نظر آتی اور وہاں کی ہوا میں ایک لطافت نظر آتی ہے۔

جب ہم نے اس ملک کا مزید مشاہدہ کیا' اس کے اندر گہرائی تک گئے' میں نے رشین رپورٹس کو پڑھا' جرمن رپورٹس جو اس ملک کے لئے لکھی گئی تھیں ان کا تجزیہ کیا' اپنے ماہرین ارضیات اور سائنس دانوں کو دیا کہ ان رپورٹس کو دیکھیں تو ہماری عقل محو تماشہ تھی۔ عجیب ملک ہے' اتنا امیر ملک ہے کہ دنیا میں اگر ہر کلومیٹر کے حساب سے دیکھا جائے تو افغانستان سے زیادہ امیر دنیا میں کوئی ملک نہیں ہے۔ میں یہ دعویٰ اعداد وشمار کی بناء پر کر رہا ہوں۔ افغانوں کو بھی یہ پتہ نہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کی زمین میں کس قدر دولت رکھ دی ہے اور کیوں رکھ دی ہے۔

لوگ آج کل سب سے بڑی دولت تیل اور گیس کو سمجھتے ہیں۔ افغانستان کے صوبہ بلخ میں روسیوں نے بائیس (۲۲) جگہ نشاندہی کی ہوئی ہے کہ یہاں اتنا تیل ہے کہ افغانستان مستقبل میں سعودی عرب ہوگا۔ آٹھ کنویں تو ایسے ہیں جن میں اتنا زیادہ پریشر ہے کہ صدیوں تک وہ تیل اپنے پریشر سے ہی نکل سکتا ہے۔ گیس اس قدر ہے کہ روس زمانہ جنگ میں لاکھوں کیوبک میٹر یومیہ کے حساب سے گیس وہاں سے لے کر جاتا رہا اور افغانوں کو اس کی کوئی قیمت نہیں دی گئی۔ گیس اور تیل کے علاوہ دنیا کی بڑی

دولت لوہا ہوتی ہے۔ افغانستان میں سترہ (۱۷) جگہ پر لوہے کے دس بلین ٹن سے زیادہ ذخائر ہیں۔ میں نے جو کہا ہے' UNDP کی رپورٹ میں یہی لکھا ہوا ہے۔ دس بلین ٹن لوہے میں آدھی سے زیادہ مقدار (۶۲ سے ۶۳ فیصد) اس لوہے کی ہے جو سمجھا جاتا ہے کہ دنیا کے بہترین ذخائر میں ہے۔ یہ جان کر مجھے مزید حیرانی ہوئی کہ افغانستان میں کاپر کے ذخائر دنیا کے تمام ممالک سے زیادہ ہیں۔ کاپر کے بارے میں آپ سب جانتے ہیں کہ یہ بجلی کے نظام کے لئے کس قدر اہم ہے۔ اس وقت سب سے زیادہ کاپر (تانبہ) زیمبیا میں ملتا ہے لیکن روسی اور جرمن ماہرین نے لکھا ہے کہ افغانستان میں کاپر کے ذخائر زیمبیا سے بھی زیادہ ہیں۔ لیکن ان کا کاپر محض کاپر نہیں' اس میں سونے اور چاندی کا ہونا ان کے لئے اضافی انعام ہے۔

سونے کا حال یہ ہے کہ غزنی کے علاقے میں سونے کے ذخائر ہیں۔ افغانستان عجیب ملک ہے۔ وہاں سونے کی جو مقدار بتائی گئی ہے وہ ایک ٹن چٹان میں نو سے گیارہ گرام ہے۔ شمالی علاقے میں جہاں مسعود کی تھوڑی سی یلغار رہے' بہت زیادہ سونا ہوتا ہے۔ لیکن غزنی کا سونا اب بھی نکالا جا سکتا ہے۔ UNDP کے حساب کے مطابق وہاں ایک لاکھ ٹن سے زیادہ سونا ہے۔ کسی ملک کے خزانے میں ہزار ٹن آ جائے تو وہ کہتے ہیں کہ ادائیگی کے توازن (بیلنس آف پے منٹ) کا کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ جس ملک کی مٹی میں ایک لاکھ ٹن سونا پڑا ہوا اسے کون غریب کہہ سکتا ہے۔

اس کے بعد اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس ملک کو ایسے ایسے پتھروں سے نوازا ہے جو پونڈ زیا ڈالرز تو ایک طرف' سونے میں بھی نہیں تولے جا سکتے۔ ایک جگہ نہیں چار جگہ پر ایسے ایسے قیمتی پتھر ہیں' جس کی ایک ہی مثال نوٹ کیجئے۔ کراچی کے ایک جوہری نے مجھے یہ بات خود بتائی کہ میں نے ایک پتھر وہاں سے سو ڈالر کا خریدا۔ اس پتھر کو میں نے ذرا صاف کیا' اس کی شکل کو بدلا تو میں نے وہ ایک لاکھ ڈالر کا ہالینڈ میں بیچ دیا اور ہالینڈ میں اس کی شکل کو مزید بدلا گیا تو وہ ایک ملین ڈالر میں چلا گیا۔ وہاں ایسے ایسے عجیب پتھر ہیں۔ جن دھاتوں کا میں ذکر کر رہا ہوں' یہ تو انڈسٹریل دھاتیں ہیں۔ ان میں سیسہ' جست' ٹن شامل ہیں۔ ان میں سٹریٹیجک میٹلز بھی ہیں۔ یہ وہ میٹلز ہیں جن پر آج

کی خلائی ٹیکنالوجی انحصار کرتی ہے' جن پر بحریہ اور فضائیہ انحصار کرتی ہیں۔ آج جن کو آپ طاقت کا نام دیتے ہیں' وہ سٹریٹیجک میٹلز ہیں۔ افغانستان وہ واحد ملک ہے جس میں لیتھیم (Lithium) کے اتنے زیادہ ذخائر ہیں کہ مستقبل میں یہ افغانستان کے سوا کسی ملک میں نہیں ہوگی۔ یہ صرف پیرو (جنوبی امریکہ) میں کچھ ہے' لیکن اس کی لیتھیم تقریباً ختم ہونے والی ہے۔

لیتھیم کہاں استعمال کرتے ہیں؟ یہ صحیح ہے کہ ہائیڈروجن بم بنانا ہو تو لیتھیم چاہئے۔ اس کے علاوہ یہ توانائی کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ بجلی سے چلنے والی کاریں' آبدوزیں' جہاز اور گھڑیاں' کیمرے میں بجلی کی بیٹریاں ہیں یہ ساری کی ساری Lithium base ہیں۔ اور جب آلودگی سے ڈرتا ہوا انسان بجلی سے چلنے والی ٹرانسپورٹ استعمال کرے گا تو اس وقت افغانستان کے سوا کوئی اور ملک نہیں ہوگا جس میں لیتھیم پائی جائے۔ یہ افغانستان کا کنڑ علاقہ ہے جو پاکستان میں چترال کے ساتھ ہے' وہاں لیتھیم کی بہت بڑی مقدار موجود ہے۔

میں آپ کو ایک اور داستان سناؤں۔ ہمارے ایک دوست سائنس دان عبدالمجید خوست میں پانی کا پراجیکٹ کر رہے تھے۔ میں نے انہیں وہاں بھیجا۔ جب وہ وہاں سے آئے تو مٹی کا کافی بڑا ڈھیلا لے کر آئے۔ میں نے ان سے پوچھا' یہ کیوں لائے ہو؟ کہا' یہ بہت سفید ہے اور خوست کی دیواریں بہت سفید ہیں۔ میرے ذہن میں آیا کہ یہ سفید کیوں ہیں' میں وہاں سے مٹی کا ڈھیلہ لے آیا ہوں۔ جب ہم نے اس مٹی کے ڈھیلے کا تجزیہ کیا تو معلوم ہوا اس میں ٹائٹینیم کی بہت زیادہ فیصد مقدار ہے۔ آپ کو پتہ ہے ٹائٹینیم (Titanium) کیا ہے؟ اس سے میزائل بنتے ہیں' اس سے سپرسانک جہاز بنتے ہیں۔ اس سے خلائی گاڑیاں بنتی ہیں' آبدوزوں کے پرزے بنتے ہیں۔ صرف یہی نہیں' آپ کے ملک میں یہ پینٹ انڈسٹری نے پچھلے سال ۶۵ کروڑ کی درآمد کی ہے۔ لیکن خوست کے لوگ ٹائٹینیم کی مٹی پر چلتے ہیں۔

افغانستان عجیب ملک ہے۔ وہاں یورینیم کے ذخائر موجود ہیں۔ وہاں ایک اور چیز ہے جس کو ہم سائنس دان Rare Earths کہتے ہیں۔ rare کا مطلب تو

آپ جانتے ہیں کہ نایاب کا ہے۔ یہ دنیا میں واحد ملک ہے جہاں پانچ مربع کلومیٹر کی ایک پہاڑی ہے جو ساری کی ساری Rare Earths کی بنی ہوئی ہے۔ کسی اور جگہ ایسی بات نہیں ہے۔

میں اگر یہ تفصیلات بیان کرنا شروع کر دوں تو شاید گھنٹوں گزر جائیں کہ وہاں کیا کیا ہے' میرا مقصد آپ کو تھوڑا سا بتانا تھا۔ اور اس تناظر میں آپ دیکھیں کہ روس نے کیوں حملہ کیا۔ ظاہر شاہ کے بعد روس وہاں داؤد کو لے کر آیا۔ جب تک داؤد نے وفاداری کی اس کو رکھا' پھر اس کو مار ڈالا۔ پھر غالباً نور محمد ترکی کو لایا' حفیظ اللہ کو لایا۔ جب تک اس نے وفاداری کی اس کو رکھا' پھر اس کو مار ڈالا۔ لیکن روس نے دیکھا کہ ان میں سے تو کوئی بھی مستقل وفادار نہیں لہٰذا اس نے سوچا کہ میں خود کیوں نہ آ جاؤں۔ اس سے پہلے روس نے وہاں سڑکوں کا نیٹ ورک بنایا۔ اس کو بھی میں نے سٹڈی کیا ہے۔ ان سڑکوں کا نیٹ ورک کانوں (mines) کو جاتا ہے تاکہ افغانستان کے قدرتی ذرائع وہاں سے سیدھے روس جائیں۔ جب روس نے قبضہ کرنے کی خواہش کی تو امریکہ نے اس لئے مخالفت کی کہ کہیں کمیونزم اور مضبوط نہ ہو جائے۔ آج امریکہ طالبان کی مخالفت کر رہا ہے' اس لئے کہ طالبان کہتے ہیں کہ یہ ذخیرے اسلام کی امانت ہیں' بلکہ ان میں سے بعض تو یہ کہتے ہیں کہ یہ حضرت امام مہدی کی امانت ہیں۔ یہ قابل غور بات بھی ہے کہ انگریزی حکومت پر جب سورج نہیں ڈوبتا تھا تو وہ سورج یہیں گہنایا تھا۔ کیوں؟ انگریز یہاں کیوں قبضہ نہ کر سکے؟ اور فرض کریں انگریز یہاں قبضہ کر لیتے تو کیا یہ قیمتی معدنیات لندن نہ پہنچ جاتیں؟ وہ اسی لئے قبضہ نہ کر سکے کہ یہ قیمتی معدنیات کسی گورے اور مشرک ملک کے پاس نہیں پہنچنی تھیں۔ یہی مشیت ایزدی تھی۔ روس قبضہ کیوں برقرار نہ رکھ سکا کہ کسی ملحد ملک کے پاس وہ خزانے نہیں جانے تھے اور اسی وجہ سے میں یہ کہہ رہا ہوں کہ امریکہ بھی وہاں ناکام ہو جائے گا۔

جب میں نے افغانستان کے وزراء سے حتیٰ کہ اب وزیراعظم سے بات کی اور میں نے کہا آپ کے ملک میں یہ کچھ ہے کہ اب اس کی احتیاط کرنی پڑے گی کہ ملحد اور مشرک دوست بن کر ان تک نہ آ جائیں' چونکہ دشمن بن کر تو انہوں نے دست افغان کی

کاٹ کا اندازہ کرلیا۔ انہوں نے کہا آپ اس بات کی فکر نہ کریں ہمیں ان چیزوں کی اہمیت کا پتہ ہے۔ لیکن ہم اپنے مسلمان بھائیوں کو دعوت دیتے ہیں کہ وہاں آئیں اور ان کو نکالنا شروع کریں۔ اس لئے کہ اب وقت آخر ہے اور جیسے ہمارے محسن حضرت ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کہتے ہیں کہ عنقریب امام مہدی آنے والے ہیں' ان کی فوجوں کو بھی تو کچھ چاہئے۔

اس تناظر میں آپ ساری چیزوں پر غور کریں تو آپ کو سمجھ آئے گی کہ دنیا کے اس خطہ میں کیا ہو رہا ہے اور کیوں ہو رہا ہے' اور پاکستان کو کیا کرنا چاہئے اور کیوں کرنا چاہئے۔ اس تناظر میں سوچیں گے تو ہم صحیح فیصلے پر پہنچیں گے۔ افغانستان میں پاکستان کے لئے بڑے مواقع ہیں۔ وہاں اس وقت کئی وزراء آپ کی زبان اردو بولتے ہیں چونکہ وہ ادھر ہی جوان ہوئے ہیں۔ آپ کا روپیہ وہاں ایسے ہی چلتا ہے جیسے پشاور میں چلتا ہے۔ وہ آپ کو ویلکم کرتے ہیں۔ کہتے ہیں یہ لوگ ہمارے مشکل وقت میں کام آئے تھے' یہی ہمارے قریبی دوست ہیں۔ اور وہ چاہتے ہیں کہ جو دولت اللہ نے انہیں دی ہے دونوں ملک مل کر اکٹھے نکالتے ہیں۔ اتنا موقع کسی اور قوم کو نہیں مل سکتا۔ پاکستان کے تاجروں' دانشوروں اور پاکستان کے شہریوں کو اور پاکستان کی اسلامی تحریکوں کے لئے یہ اتنا بڑا موقع ہے کہ جو تاریخ میں کبھی نہیں ملا تھا۔ آپ کہتے ہیں آئی ایم ایف' اے ایم ایف اور ورلڈ بنک پاکستان کو کھا گئے۔ وہ پاکستان کو اس لئے کھا رہے ہیں کیونکہ پاکستان اپنے آپ کو انہیں کھلا رہا ہے۔ لیکن دوسری طرف اس قدر دولت پڑی ہوئی ہے جس کی ہمارے افغان بھائیوں کو بھی ضرورت ہے۔ اور اگر ہم ان کی مدد کریں گے تو ہم بھی شرکت میں ان کے ساتھ ہو جائیں گے۔

یہ تو معدنیات کی بات تھی۔ افغانستان کی زمین چھ لاکھ مربع کلومیٹر ہے جو کہ پاکستان سے کچھ زیادہ ہے۔ اس زمین میں ایک لاکھ پچاس مربع کلومیٹر زرعی زمین ہے' باقی معدنیات سے بھرے پہاڑ ہیں۔ یہاں کی زرعی زمین بھی اللہ تبارک وتعالیٰ کا خاص تحفہ ہے۔ وہاں کے فروٹ میں وہ مٹھاس ہے جو آپ قندھار کے انار میں دیکھ چکے ہیں یا وہاں کے خربوزے اور سردے گرمے میں دیکھتے ہیں۔ وہاں کے انگور میں وہ

خوشبو اور مٹھاس ہے جس سے آپ اچھی طرح واقف ہیں۔ وہاں کے بادام کی اتنی بڑی بڑی گریاں ہیں اور ان کا اتنا مزا ہے جو آپ لوگ پہچانتے ہیں۔ فروٹ میں افغانستان لازوال ملک ہے لیکن سبزیوں میں بھی پیچھے نہیں ہے۔ میں نے وہاں بڑے بڑے ٹماٹر دیکھے ہیں۔ خوردنی تیل آپ بھی مانگ رہے ہیں، وہ بھی مانگ رہے ہیں۔ خوردنی تیل کے لئے میں نے سن فلاور کو دیکھا کہ جس کے پھول کا قطر ۳۶ سنٹی میٹر ہے۔ عجیب زمین ہے، اور کیوں نہ ہو! جب خراسان سے فوجیں اٹھتی ہیں تو یہیں سے سامان حرب ان کو ملتا ہے، یہیں سے انہیں خوراک ملتی ہے۔ یہ فرٹائل زمین ہے اور بہت سارا علاقہ تو کبھی استعمال نہیں ہوا، اس کو ورجن لینڈ کہتے ہیں، یعنی جو پوری طاقت کے ساتھ کسی کا انتظار کر رہی ہے۔ میں وہاں وزیر زراعت سے ملا۔ انہوں نے کہا ہمارے لوگ چونکہ بہت غریب ہیں، ہمارے کسانوں کے پاس بیجوں کے لئے پیسے بھی نہیں ہیں، ان کے پاس ٹریکٹر نہیں ہیں، وہ ٹیوب ویل نہیں لگا سکتے اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ پاکستان کے کسان یہاں آئیں اور اس زمین کو آباد کریں تاکہ یہ زمین پاکستان کو بھی کھلائے اور افغانستان کو بھی کھلائے۔ یہ بہت بڑی دعوت ہے۔ وہاں میں نے ایک کھیت دیکھا، ۱۵۰ کلومیٹر لمبا اور ساڑھے تین کلومیٹر چوڑا ہے، یعنی ۵۰۰ مربع کلومیٹر کا ایک کھیت۔ ہلمند صوبے میں اس کھیت کے ساتھ دریا ہے، لیکن ابھی انتظار کر رہا ہے کہ کچھ ہاتھ آئیں اور وہاں بیج بوئیں۔

یہ وہ افغانستان ہے جو آج اپنے پاکستانی بھائیوں کو دعوت دیتا ہے، اس لئے دعوت دیتا ہے کہ ہم نے اور انہوں نے مل کر ملحد نظام کو نیست و نابود کر دیا تھا اور اب ایک مشرک نظام کو نیست و نابود کرنا ہے۔ پاکستان کو یہ مواقع ضائع نہیں کرنے چاہئیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ پاکستان اور افغانستان کو اگر آپ فضا سے دیکھیں تو ایک ہی ملک نظر آتا ہے۔ پاکستان اور افغانستان کی تاریخ کو اگر پڑھیں تو پچھلے دو ہزار سالوں میں اٹھارہ سو سال یہ دونوں ملک اکٹھے رہے ہیں۔ یہ تو صرف دو سو سال سے علیحدگی ہوئی ہے اور وہ بھی اس لئے ہوئی کہ ہم نے انگریز کی غلامی کو قبول کر لیا اور غیور افغان نے اس کو رد کر دیا۔ اٹھارہ سو سال کا اکٹھ، ایک خطہ زمین، ایک ہی ارضیاتی ترتیب

(Geological formation)۔ دونوں اطراف ایک نبی کو ماننے والے ہیں' ایک ہی اللہ کی پرستش کرنے والے ہیں۔ ان میں اور ہم میں سے سب عوامل مشترک ہیں۔ افغانستان میں معدنی دولت ہے' زراعت ہے لیکن وہاں انسانی وسائل (Human Resources) کا مسئلہ ہے۔ پاکستان کے پاس دنیا کا بہترین دماغ ہے اور بہترین مین پاور ہے۔

آج بامیان میں بدھا کا بت اگر توڑا گیا ہے تو اس وقت ہندوؤں کو تکلیف ہوتی ہے۔ جب انہوں نے اپنے ایٹم بم کا نام ''بدھا'' رکھا تھا' اس وقت کسی کو تکلیف نہ ہوئی۔ بہرحال جب ۲۱ مئی ۱۹۷۴ء کو انہوں نے ایٹم بم چلایا تو پاکستان کو ہوش آیا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی یہی وہ لوگ جن کو ہم نے چین کا راستہ دکھایا تھا اور چین لے کر گئے تھے' جن پر ہم نے ورلڈ کھول دی تھی' انہوں نے ہمارے اوپر پابندیاں لگا دیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کی شان دیکھیں کہ صرف انہی پابندیوں کی وجہ سے آج ہم اٹامک پاور ہیں۔ اگر امریکہ اور اس کے ساتھی ۱۹۷۴ء میں ہمارے اوپر ٹیکنالوجی کی پابندی نہ لگاتے تو اس وقت ہم ایٹمی طاقت نہ ہوتے۔ لیکن مسلمان کا مزاج ایسا ہے کہ جب مشکل حالات ہوتے ہیں تو وہ مجاہد ہوتا ہے۔ آپ کے ایٹمی سائنس دانوں نے اور آپ کی انڈسٹری نے' آپ کے انجینئروں نے اور آپ کے مزدروں نے جس قدر محنت کی میں اس کا گواہ ہوں کہ انہوں نے شدید محنت کی۔ چونکہ ہر چیز ہم پر بند تھی اس لئے ہمیں ہر چیز خود تیار کرنی پڑی۔ جیسے کہا جاتا ہے do`not re-invent the wheel لیکن We had to re-invent the wheel. ہمارے لوگوں پر نیوکلیئر انجینئرنگ کی تعلیم بند کر دی گئی۔ اس کے باوجود ہم نے اس تعلیم کو حاصل کیا۔ اور اگر یہ پابندیاں نہ ہوتیں تو نہ ہم اتنی شدید محنت کرتے اور نہ ہم اس دریافت کے پاس جاتے۔ ہمیں ہر وہ چیز کرنی پڑی جو کہ نیوکلیئر ٹیکنالوجی میں کرنی ہوتی ہے۔ اگر ہم پر ایٹمی پابندیاں نہ ہوتیں تو شاید ہم کچھ ادھر سے لے لیتے' کچھ ادھر سے لے لیتے اور جوڑ جاڑ کر کہتے ہم نے بم بنا لیا۔ لیکن ہمیں ہر چیز خود کرنی پڑی۔ اس پر آپ کے سائنس دانوں اور انجینئروں کو قابو حاصل ہو گیا' اس وجہ سے کہ ہم پر پابندیاں لگی

ہوئی تھیں۔ الحمد للہ آپ دنیا میں پہلی مسلمان نیوکلیئر پاور ہیں۔ آپ پہلی میزائل پاور ہیں۔ یہ سب اس ملک میں ہوگیا جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہاں ہر چیز دو نمبر ہے۔ دو نمبر ہوگی لیکن اب مغرب بھی مانتا ہے' ملحد و مشرک بھی مانتے ہیں کہ اٹامک میں یہ ایک نمبر ہے۔ اگر یہ ممکن ہے تو ہم اکنامک میں بھی نمبر ایک ہو سکتے ہیں' صرف پابندیاں لگنے کی دیر ہے۔

استحکام پاکستان اور نظریہ پاکستان کی باتیں ہو رہی ہیں۔ پاکستان کے مستقبل کی باتیں ہوتی ہیں۔ ہمارے بڑے بڑے ذمہ دار افسر لکھتے ہیں کہ اس وقت ہمارا ۸۰ فیصد فارن ایکسچینج تو قرضوں میں چلا جاتا ہے اور ۲۰۰۴ء میں سارے کا سارا فارن ایکسچینج جو ہم کمائیں گے' وہ بھی چلا جائے گا اور اس کے بعد قرضے ادا کرنے کے لئے اتنا اور چاہئے ہوگا۔ یہ سب کم ہمتی کی باتیں ہیں۔ ہمیں کیا چاہئے' ہمیں صرف پابندیاں چاہئیں ہیں۔ ورلڈ بنک اور آئی ایم ایف کے قرضے ڈیفالٹ کرنے چاہئیں۔ یہ قرضے ہم نے نہیں لئے۔ آپ کو پتہ ہے کس نے لئے ہیں؟ آپ کو نہیں پتہ ہوگا۔ یہ آپ نے نہیں لئے' آپ کے بچوں نے نہیں لئے۔ وہ ہمارے اوپر خرچ نہیں ہوئے' ہمارے شہروں پر خرچ نہیں ہوئے' ہماری نہروں پر خرچ نہیں ہوئے۔ تو وہ قرضے کہاں گئے؟ جب ہم نے لئے ہی نہیں تو دیں کیوں؟ اور پھر ہم ایک اسلامی ملک ہیں' ہم سب اللہ کا حکم جانتے ہیں کہ سود اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف جنگ ہے۔ اس وقت ۳۸ بلین ڈالر اگر قرضہ ہے تو اس میں ۳۴ بلین ڈالر انٹرسٹ ادا کر چکے ہیں۔ آپ ان کا سود کبھی بھی ادا نہیں کر سکتے' اصل زر تو دور کی بات ہے۔ جب وہ ہم نے لیا ہی نہیں ہے' ہمارے اوپر خرچ ہی نہیں ہوا ہے تو ہم کیوں دیں؟ **The only logical thing is that we default** اس کے علاوہ اخلاقی چیز بھی یہی ہے کہ ہم ڈیفالٹ کریں۔ اسلامی حکم بھی ہے کہ ہم سود نہیں دیں گے' ہمارا دین اس کی اجازت نہیں دیتا کہ ہم سود دیں اور جو ہم دے چکے ہیں' اس کی بھی اللہ سے معافی مانگتے ہیں کہ ہم نے کیوں دیا۔

جب آپ ڈیفالٹ کریں گے تو کیا ہوگا؟ پابندیاں **(sanctions)** لگیں

گی۔ پھر کیا ہوگا؟ آپ ایک اقتصادی طاقت بن جائیں گے۔ اس لئے کہ ایٹمی میدان میں آپ دیکھ چکے ہیں کہ پابندیاں لگنے ہی سے آپ ایک ایٹمی طاقت بنے ہیں۔ دنیا میں پابندیوں والے ملک کون ہیں؟ لیبیا' عراق' افغانستان' ایران سب مسلمان ملک ہیں' کسی غیر مسلم ملک پر ابھی تک پابندیاں نہیں لگائی گئیں۔ تو کیوں santioned countries کی یونین نہیں بنتی؟ جن مما لک پر پابندیاں لگائی گئی ہیں' ان کی یونین بنی چاہئے۔ یہ ان پابندیوں کا جواب ہوگا۔ پاکستان کو قرضے واپس کرنے سے انکار کر دینا چاہئے۔ پچاس سال ہمارے ساتھ جو مذاق کھیلا گیا ہے' اب اس مذاق کا جواب دینے کا وقت آ گیا ہے۔ اور اسی مذاق کا جواب دینے کے لئے ہمارے پاس ایٹمی پروگرام بھی ہے۔ اب پھر ہم سے مذاق کھیلا جا رہا ہے کہ اس ایٹمی پروگرام کو بند کرو۔ ۱۹۸۷ء سے ہمارے ساتھ مذاق در مذاق ہو رہا ہے کہ اسے رول بیک کر دو' پیچھے چلے جاؤ' اسے فریز کر دو اور اسے denuclerize کر دو' تم غیر ذمہ دار قوم ہو' غیر ذمہ دار قوم کے پاس اتنے خطرناک ہتھیار نہیں ہونے چاہئیں۔ تم لوگوں کو نہیں پتہ تم نے چلا دینا ہے اس لئے تمہارے پاس یہ نہیں ہونا چاہئے۔ تین چار سال سے یہ ڈرامہ کھیلا جا رہا ہے۔ سلام ہو ہماری اسلامی جماعتوں کے اوپر جنہوں نے اس قوم کو صحیح تحریک کے اوپر راہ دکھائی ورنہ نواز شریف ہی نے سی ٹی بی ٹی پر دستخط کر دینے تھے۔ پچھلے سال بھی یہ فوجی حکومت دستخط کرنے والی تھی' جیسا کہ وزیر خارجہ کے بیانات سے عیاں ہے لیکن سلام ہو ڈاکٹر اسرار احمد اور ان کے ساتھیوں کے اوپر' انہوں نے ایسے پروگرام کئے جن میں تمام دینی جماعتوں کو اکٹھا کیا اور سی ٹی بی ٹی کے خلاف ایک محاذ قائم کیا۔ اس وجہ سے نہیں کہ یہ حکومت کے خلاف تھے بلکہ اس وجہ سے کہ انہیں یہ معلوم تھا کہ سی ٹی بی ٹی پر اگر ہم دستخط کر دیتے ہیں تو ہم اپنی آزادی کو غلامی میں بدل دیں گے۔

یہ بات ان کو کیوں سمجھ آئی' ان کو کیوں نہ سمجھ آئی؟ اُس کی وجہ یہ ہے کہ مومن کی ایک فراست ہوتی ہے۔ یہ بات صرف اسے ہی سمجھ آئے گی جس کو اللہ تعالیٰ نے مومن کی فراست عطا فرمائی ہے۔ آج پھر اس قسم کی باتیں ہو رہی ہے۔ یہ ایک مردہ ایشو ہے' اس پر اب بات نہیں ہو سکتی۔ اگر ہم غیرت والی قوم ہیں' اگر ہمیں اپنا مستقبل عزیز ہے تو

ہمیں یہ بات نہیں کرنی چاہئے کہ سی ٹی بی ٹی پر دستخط کب کریں گے' بلکہ بات یہ کرنی چاہئے کہ ہائیڈروجن بم کب ٹیسٹ کریں گے۔ ہندوستان دھاڑ دھاڑ کر کہہ رہا ہے کہ ہم نے ہائیڈروجن بم بنالیا ہے۔ وہ اپنی مکارانہ اور طفلانہ ہنسی کے ساتھ یہ کہہ رہا ہے کہ ہم نے نیوٹران بم بنا لئے ہیں' اس لئے کہ انہیں روس کی ساری ٹیکنالوجی میسر ہے' اسرائیل کی ٹیکنالوجی امریکہ سے ہوتی ہوئی وہاں پہنچ جاتی ہے۔

اس بات کا جواب کیا یہ ہے کہ ہم سی ٹی بی ٹی پر دستخط کر کے اپنے آنے والے وقتوں کے لئے اپنے ہاتھ میں کچھ نہ رکھ چھوڑیں۔ حکومت یہ سمجھتی ہے کہ اگر ہم سی ٹی بی ٹی پر دستخط کر دیں گے تو جاپان ہمیں چھ سوملین ڈالر قرضہ دے گا۔ میں ان سے یہ کہوں کہ یہ چھ سوملین ڈالر جب آپ نے اگلے مہینے کسی کو دے دینے ہیں تو کس چیز پر دستخط کرو گے؟ اگر تو بہت ساری چیزیں دستخط کرنے کے لئے ہیں جن پر چھ چھ سوملین ڈالر ملتے رہیں گے تو سوچ لو کہ اس کے بعد کچھ بھی شے نہیں رہ جاتی اور صرف آپ کی آزادی رہ جاتی ہے۔ تو اس صورت میں عقل کے ناخن لو' ہوش کے ناخن لو۔ قوموں کی آزادی' قوموں کا وقار' قوموں کی غیرت' قوموں کی شان چھ سوملین ڈالر چھوڑ کر چھ سو بلین ڈالر سے بھی زیادہ قیمتی ہے۔ پاکستان واحد اسلامی ملک ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے یہ اعزاز بخشا ہے تو اس اعزاز کو آگے بڑھنا چاہئے' اس کو اب رکنا نہیں چاہئے۔ ہمیں اپنی حکومت کو بھی یہی بتانا چاہئے کہ یہ آپ کے خلاف بات نہیں ہے۔ آپ تو ہماری فوجی حکومت ہیں جس نے اب تک ایٹمی پروگرام کو تحفظ دیا۔ یہ کام آپ کے ہاتھوں تو نہیں ہونا چاہئے! نواز شریف یہ کام کر دیتا تو ہم کہتے کہ وہ سیاسی لیڈر تھا جو بک گیا۔ لیکن فوج تو اب تک ہمارے ایٹمی پروگرام کی محافظ رہی ہے' اس پر اس طرح کا طعنہ نہیں آنا چاہئے۔

یہ قومی ایشو نہیں ہیں۔ قومی ایشو تو یہ ہے کہ اکنامک پاور بنو' اپنی اکانومی پر غور کرو۔ اور اکانومی قرضوں سے مضبوط نہیں ہوگی' مانگنے سے نہیں بنے گی۔ اکانومی تب بنے گی جب آپ ۱۰۴۷ بیمار صنعتی یونٹوں کو چلا دو گے۔ پچاس سال میں ہم نے اتنی انڈسٹریز لگائیں جس میں ہزار سے زائد ٹاپ کی انڈسٹریز ہیں۔ اس ملک کے ساتھ

عجیب سازش ہوئی ہے کہ ان کو بیمار بنا دیا گیا ہے۔ ان یونٹوں میں کمرے مشینوں اور آلات سے بھرے پڑے ہیں۔ اگر آج ایسے یونٹ لگائے جائیں تو ۴۸ بلین چھوڑ کر ۱۰۰ بلین ڈالر میں بھی ایسی انڈسٹریز نہیں لگا سکتے۔ اس کو بیمار کرنے کے بعد ہم نیلام کر رہے ہیں۔ یہ اس ملک میں کیا ہو رہا ہے؟ آپ نے اگر معاشی بھنور سے نکلنا ہے' غربت کے چکر سے نکلنا ہے تو آئی ایم ایف نہیں نکال سکتا' ورلڈ بنک نہیں نکال سکتا۔ اس سے نکلنے کی صورت یہی ہے کہ آپ کو اپنی انڈسٹریز کو چلانا ہوگا۔ تم سی ٹی بی ٹی کی بات نہیں کرو' انڈسٹری کو چلانے کی بات کرو۔ ایک ہزار سے زائد جو بیمار صنعتی یونٹ ہیں' ان کی بات کرو۔ دوستو! کبھی مشینری اور انڈسٹری بھی بیمار ہوتی ہے! لوگ بیمار ہوتے ہیں' لوگوں کے ذہن بیمار ہوتے ہیں۔ کچھ بیمار ذہنوں نے ہماری انڈسٹری کو بیمار کر دیا ہے۔

مجھے یہ اعزاز حاصل ہے کہ میں پہلا پاکستانی ہوں جس نے ۱۹۷۶ء میں ۳۵۰ انڈسٹریز میں سے ایک ایک میں جا کر معلوم کیا کہ کس انڈسٹری میں کیا ہے' کون کون سی مشینیں لگی ہوئی ہیں' کیا کیا بنا سکتے ہیں اور پھر میں نے چودہ سو صفحے کی ایک کتاب لکھی **"What can be done in Pakistan"** مجھے معلوم ہے یہ ساری کی ساری انڈسٹری واپس لائی جا سکتی ہے۔ اس کے پہیے پھر سے چل سکتے ہیں۔ لوہا کبھی بیمار نہیں ہوتا' کاپر کبھی بیمار نہیں ہوتا۔ آپ کہتے ہیں اس کو بیچ بیچ کر قرضے اتاریں گے۔ کیسے اتاریں گے؟ میں آپ کو بتاتا ہوں۔ واہ میں سیمنٹ فیکٹری ہے۔ وہ فیکٹری اگر آج لگے تو دو سو کروڑ کی لگتی ہے۔ اس فیکٹری کو نیلام کرنے کے لئے اخبار میں اشتہار آیا۔ پہلی مرتبہ سات کروڑ کا ٹینڈر نکلا۔ پھر ٹینڈر رد کیا گیا تو آٹھ کروڑ پچیس لاکھ کا ٹینڈر نکلا۔ دو سو کروڑ کی چیز آج آٹھ کروڑ پچیس لاکھ میں نیلام کی جا رہی ہے۔

میں نے حکومت کو خط لکھا کہ ایسا ظلم نہ کریں۔ یہ تو اثاثہ ہے' اس کو سکریپ نہ کریں۔ آپ اگر اسے نہیں چلا سکتے تو مجھے دے دیں۔ میں اور میرے ساتھی اس کو چلا کر آپ کو دکھائیں گے۔ صرف یہ ہے کہ ہم غریب ہیں' ہمارے پاس یکمشت دینے کے لئے آٹھ کروڑ نہیں ہے۔ ہم سے پانچ سالوں میں آٹھ کروڑ لے لیں۔ اسی طرح پاکستان کے جو انجینئرز اور سائنس دان ہیں' جو کام کرنا چاہتے ہیں' بہت سے پیارے

بھائی باہر کے ملکوں میں بیٹھے ہوئے ہیں' جن کے پاس پیسہ ہے' وہ اس ملک میں واپس آنا چاہتے ہیں۔ جب سے میں نے ''امہ تعمیرنو'' بنائی ہے' میرے رابطے بڑھ گئے ہیں' وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم پاکستان آنا چاہتے ہیں لیکن پاکستان میں آ کر کیا کریں گے؟ میں کہتا ہوں کہ پاکستان کی جو بیمار انڈسٹری ہے' اس کو چلاؤ۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں کون دے گا؟ حکومت کو چاہئے کہ یہ ہزار سے زیادہ جو بیمار انڈسٹری ہے' ان لوگوں کو کرائے پر دے دو۔ وہ اس انڈسٹری کو بھی چلائیں گے اور فارن ایکسچینج بھی لائیں گے۔ ان سے آپ کو کرایہ بھی ملے گا۔ ان کو بیچ ڈالو گے تو کیا ملے گا؟ پاکستان کو اگر اپنے پاؤں پر کھڑا کرنا ہے تو بیمار انڈسٹری چلانا ہوگی' اس کو بیچنا نہیں ہے۔

اب اس ملک میں پانی کا ایک اور عذاب آ گیا ہے۔ دریا سوکھ گئے ہیں' آپ کے پہاڑوں پر برف بند ہوگئی ہے۔ اس کو روحانی اور مادی طور پر بھی دیکھو۔ جس ملک میں اس قدر ظلم ہو وہاں تو بادل بھی آنے سے شرماتے ہیں۔ آؤ یہاں عدل قائم کریں تاکہ یہاں بادل دیکھنے آئیں۔ یہاں بارش کے قطرے گریں' اللہ کی رحمتیں نازل ہوں۔ اور آؤ پھر ایٹمی صلاحیت کو پرامن مقاصد کے لئے استعمال کر کے ہم اپنے دریاؤں کے رخ بدل ڈالیں' زمین کے اندر جو پانی ہے اس کو ہلا کر باہر نکال دیں۔ ان مسائل کا حل ٹیکنالوجیکل بھی ہے اور روحانی بھی۔ ہم وہ علاج کیوں نہیں کرتے؟

یہ ملک کیا ملک تھا! یہ دنیا کا ایک ایسا ملک تھا جسے لوگ سونے کی چڑیا کہتے تھے۔ ایسی زمین کہیں اور نہیں ہے۔ اتنی زرخیز اور پانچ دریاؤں کی زمین' اتنے پانی اور ایسے موسموں والی زمین کہ ایک ہی وقت میں سردی کا موسم بھی ملتا ہے اور گرمی کا موسم بھی۔ ہم اس زمین کو کیوں استعمال نہیں کرتے؟ کیوں ہم نے اپنے کسانوں کو مجبور کر دیا ہے کہ وہ گاؤں میں اپنی زمین کو چھوڑ کر شہروں میں آ کر چوکیدارا ڈھونڈیں۔ میں بھی بارہ ایکڑ کا ایک زمیندار اور گاؤں کا رہنے والا ہوں۔ میرے اپنے رشتہ دار بارہ بارہ ایکڑ کے زمیندار مجھے کہتے ہیں کہ ہمیں کہیں چپڑاسی لگوا دو۔ جب ایسی باتیں سنتے ہیں تو اس ملک میں رہتے ہوئے شرم آتی ہے۔ آپ بارہ ایکڑ زمین کیوں نہیں چلاتے؟ وہ کہتے ہیں کہ ہمارے اتنے input ہیں' اتنے پٹواری اور تھانیدار ہیں کہ ہم وہاں سے بھاگ

جانا چاہتے ہیں۔

میں یہ عرض کروں کہ یہ ملک ایک عظیم ملک بن سکتا ہے۔اس میں عظیم ملک بننے کا سارا پوٹینشل موجود ہے۔ ہمارے افغان بھائیوں میں عظمت کا ہر جوہر موجود ہے۔ تاریخ کے اس دھارے میں اگر یہ دونوں ملک اکٹھے کام کریں تو ہم اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے عمل میں شریک ہو جائیں گے۔اور اگر ہم نہیں بھی شریک ہوتے تو اللہ تعالیٰ نے تو اپنی تقدیر سے ٹلنا نہیں ہے۔ اسلام تو آنا ہی آنا ہے' ہمارے ساتھ یا ہمارے بغیر۔ اسلام نے تو غلبہ حاصل کرنا ہی کرنا ہے۔ دیکھنی تو یہ بات ہے کہ اس چلتی گاڑی میں ہم چڑھتے ہیں یا نہیں؟

حافظ بلڈنگ کنٹریکٹرز

خوبصورت' پائیدار اور دیدہ زیب گھر تعمیر کروانے کے لئے

ہم سے رجوع کریں

نیز ہمارے پاس رنگ وروغن' وڈ ورکس' سینٹری اور الیکٹریشن

کا کام کرنے کے لئے بااعتماد لیبر موجود ہے

پروپرائیٹر: حافظ عمر فاروق اطہر

۶۸ منصورہ مارکیٹ' ملتان روڈ' لاہور۔فون دفتر: 5416866

فون رہائش: 5813756 موبائل: 0320-4829857

- پاکستان کیوں بنا ــــ کیسے بنا؟
- پاکستان کیوں ٹوٹا ــــ کیسے ٹوٹا؟
- اب ٹوٹا تو . . . .

پاکستان کی تاریخ کا حقیقت پسندانہ تجزیہ
اندھیروں میں اُمید کی ایک کرن
لفظ لفظ میں ــــ وطن کی محبت
سطر سطر میں ــــ اِیمان کی چاشنی
عمل کا پیغام . . . .

ڈاکٹر اسرار احمد

کی تالیف

"استحکامِ پاکستان"

سفید کاغذ' عمدہ طباعت' دیدہ زیب سرورق' صفحات 175
قیمت -/60 روپے

اس کتاب کا مطالعہ خود بھی کیجئے اور اسے زیادہ سے زیادہ عام کیجئے

شائع کردہ :

مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

36۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور (فون : 03-5869501)

اسلام میں عورت کا مقام(۲)

ڈاکٹر اسرار احمد' امیر تنظیم اسلامی

عورت کی اہم حیثیتیں

عورت بحیثیت ماں

اب آیئے عورت کی جو مختلف حیثیتیں ہیں' اس کے اعتبار سے دیکھیں کہ اسلامی تعلیمات کیا ہیں! عورت کی ایک حیثیت تو یہ ہے کہ وہ ماں ہے ـــــ اس معاملے میں تو واقعہ یہ ہے کہ والدین کے ساتھ حسن سلوک' ان کے ادب و احترام اور معروف میں ان کی فرمانبرداری کے جو تاکیدی احکام قرآن و سُنّت نے دیئے ہیں اس کی کوئی نظیر آپ کو کسی بھی دوسرے مذہب یا نظامِ فکر میں نہیں ملے گی۔ یہ احکام آپ کو سورۃ البقرۃ' سورۃ النساء' سورۃ الانعام' سورۂ بنی اسرائیل' سورۃ العنکبوت اور سورۃ الاحقاف میں مختلف اسالیب سے ملیں گے۔ متعدد مقامات پر اللہ تعالیٰ کے حق کے فوراً بعد والدین کے حق کا ذکر ہوتا ہے۔ مثلاً سورۃ البقرۃ میں فرمایا:

﴿ وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَ بَنِیْۤ اِسْرَآئِیْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ قف وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا .. ﴾ (البقرۃ : ۸۳)

"اور یاد کرو' بنی اسرائیل سے جب ہم نے پختہ عہد لیا تھا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرنا.."

سورۃ الانعام میں فرمایا:

﴿ قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَیْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَیْئًا وَّبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا ج ﴾ (الانعام : ۱۵۱)

"(اے نبیؐ!) ان سے کہہ دیجئے کہ آؤ میں تمہیں سناؤں کہ تمہارے رب نے تم پر کیا پابندیاں عائد کی ہیں! یہ کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور والدین

کے ساتھ نیک سلوک کرو۔"

سورۂ بنی اسرائیل میں فرمایا:

﴿ وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۭ ﴾ (بنی اسرائیل : ۲۳)

"اور تیرے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ تم لوگ کسی کی عبادت نہ کرو مگر صرف اس کی' اور والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو۔"

سورۂ لقمان میں شرک کی مذمت کے بعد فرمایا:

﴿ وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰي وَهْنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ ۭ ﴾ (لقمان : ۱۴)

"اور حقیقت یہ ہے کہ خود ہم نے انسان کو اپنے والدین کے حق کو پہچاننے کی تاکید کی ہے۔ اس کی ماں نے ضعف پر ضعف اٹھاتے ہوئے اور کمزوری پر کمزوری جھیل کر اسے اپنے پیٹ میں رکھا اور دو سال اس کے دودھ چھوٹنے میں لگے۔ (اسی لئے ہم نے اس کو نصیحت کی) کہ میرا شکر کر اور اپنے والدین کا شکر بجالا۔"

سورۂ لقمان کی اس آیت کے اسلوب سے واضح ہوتا ہے کہ ماں کا حق باپ کے حق پر فائق ہے۔ لہٰذا حدیث نے اس فوقیت کو واضح کر دیا کہ ماں کا حسنِ سلوک کا یہ حق باپ کے مقابلے میں کم سے کم تین گنا ہے اور اللہ اور رسولؐ کے بعد سب سے زیادہ احترام و تکریم کی مستحق ماں ہے۔ چونکہ آنحضور ﷺ کا یہ فرضِ منصبی ہے کہ قرآن مجید کے مضمرات کی تبیین فرمائیں' ان کو کھولیں اور واضح کریں:

﴿ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ .. ﴾ (النحل : ۴۴)

"(اے نبیؐ) اور اب یہ ذکر (قرآن) آپ پر نازل کیا گیا ہے تاکہ آپ اس کی تشریح و توضیح کرتے جائیں جو لوگوں کے لئے اتاری گئی ہے.."

چنانچہ صحیح بخاری کی حدیث ہے:

سَاَلَ رَجُلٌ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ اَحَقُّ النَّاسِ بِحُسْنِ صَحَابَتِيْ؟ قَالَ : ((اُمُّكَ)) قَالَ ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ : ((ثُمَّ اُمُّكَ)) قَالَ : ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ : ((ثُمَّ

أُمُّكَ)) قَالَ : ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ : ((ثُمَّ اَبُوْكَ)) [1]

"ایک شخص نے پوچھا: یا رسولؐ اللہ! لوگوں میں میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ حق دار کون ہے؟ فرمایا: تمہاری ماں۔ اس نے پوچھا: پھر کون؟ فرمایا: پھر تمہاری ماں۔ اس نے پوچھا: پھر کون؟ فرمایا: پھر تمہاری ماں۔ اُس نے پوچھا پھر کون؟ فرمایا: پھر تمہارا باپ!"

پھر یہ حدیث تو بڑی مشہور اور بڑی عام ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَلْجَنَّةُ تَحْتَ اَقْدَامِ اُمَّهَاتِكُمْ))

"جنت تمہاری ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے۔"

صحیحین (بخاری و مسلم) کی ایک روایت ہے:

عَنِ الْمُغِيْرَةِ بن شَعْبَةِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :
((اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ عُقُوْقَ الْاُمَّهَاتِ)) [2]

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "بلاشبہ اللہ نے تم پر اپنی ماؤں کی نافرمانی اور حق تلفی حرام کر دی ہے۔"

واقعہ یہ ہے کہ دورانِ حمل اور وضع حمل میں جو خاص تکلیف اور خاص مشقت عورت اٹھاتی ہے اور جس درد و کرب سے اسے سابقہ پیش آتا ہے اس کا تصور بھی مَردوں کے لئے ممکن نہیں ہے۔ یہیں یہ بات بھی سمجھ لیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے عورت کی جسمانی اور جذباتی و نفسیاتی ساخت میں درد و تکلیف کو جھیلنے اور برداشت کرنے کی مَرد کے مقابلے میں صلاحیت و قوّت بہت زیادہ رکھی ہے۔ اس معاملے میں عورت مَرد پر فضیلت رکھتی ہے۔ یہ جذبات کی شدت ہی ماتا کا روپ دھارتی ہے۔ پھر یہ کہ عورت ماں کے علاوہ بیوی' بیٹی اور بہن کی حیثیت سے بھی ٹوٹ کر محبت کرتی ہے۔ پھر بچے کی رضاعت' اس کی نگہداشت اور تربیت میں ماں کو اہم کردار ادا کرنا پڑتا ہے۔ لہٰذا ان تمام اعتبارات سے احترام و تکریم' فرمانبرداری اور حسن سلوک کے معاملے میں ماں کے حقوق باپ کے مقابلے میں تین درجے مقدم رکھے گئے ہیں۔

اس موقع پر مَیں ایک اہم بات کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ ہمیں معروضی طور پر (objectively) سمجھنا چاہئے کہ اسلام کا منشاء کیا ہے۔ شریعت و قانونِ اسلام کا

رجحان و میلان کیا ہے! یہ بات جان لیجئے کہ اسلامی قانون کے اعتبار سے اولاد باپ کی ہے' ماں کی نہیں ہے۔ طلاق اگر ہو جائے تو اولاد پر ماں کا کوئی قانونی استحقاق (claim) نہیں ہے' وہ والد کی ہے۔ بلکہ سورۃ البقرۃ میں جہاں طلاق کی صورت میں رضاعت کے جو تفصیلی احکام آئے ہیں ان میں یہ بھی ہے کہ اگر کوئی شیر خوار بچہ ہے تو بھی باپ کی مرضی پر موقوف ہے کہ اپنے بچے کی ماں سے' جس کو وہ طلاق دے چکا ہے' دودھ پلوائے اور رضاعت کے دوران عورت کے نان نفقہ کا پورا انتظام کرے' لیکن اگر باپ کی مرضی ماں سے دودھ پلوانے کی نہ ہو تو قانونی طور پر اسے یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ ماں سے بچہ لے لے اور اپنے طور پر اس کی رضاعت کا انتظام کرے۔ تو قانون کا معاملہ یہ ہے۔ اس کو اولیت کہہ لیں' اقدمیت کہہ لیں' افضلیت کہہ لیں' وہ باپ کی ہے۔ لیکن حسن سلوک' ادب و احترام اور اخلاقی معاملے کو اس طرح متوازن (balance) کیا گیا ہے کہ ماں کو تین درجے مقدم رکھ دیا گیا اور اس طرزِ عمل کے نتیجے میں جنت کی بشارت دی گئی ـــــ واقعہ یہ ہے کہ یہ ان چیزوں میں سے ایک چیز ہے کہ جن پر جب ہم غور کرتے ہیں تو قلبی یقین ہو جاتا ہے کہ شریعت کا مکمل قانون اللہ ہی کا دیا ہوا ہے۔ عقل انسانی اس طرح کے معاملات کو حل نہیں کر سکتی ـــــ قانونی اعتبار سے اگر مَرد کو تشخص نہ دیا جائے تو خاندانی نظام ہمواری سے اور smoothly نہیں چل سکتا' اس میں خلل واقع ہو جائے۔ اس کو بھی مضبوط رکھنا ہے۔ لیکن اگر قانونی اعتبار سے کسی کو زیادہ اختیار دے دیا گیا ہے تو اس کی تلافی کرنے اور متوازن رکھنے کا اخلاقی سطح پر پورا پورا اہتمام کیا گیا ہے۔ لہٰذا تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ یہ نظامِ عدل و قسط کسی حکیم مطلق ہستی ہی کا تجویز کردہ ہے' کسی انسان کے بس کی یہ بات نہیں۔

ہماری بہنوں کے لئے لمحۂ فکریہ

اس موقع پر مَیں عرض کروں گا کہ ہماری ان بہنوں کو جو مغربی تہذیب سے مرعوب ہیں اور اس کی نقالی اور کورانہ پیروی ہی کو اپنے حق میں مفید گمان کرتی ہیں' ٹھنڈے دل سے اور سنجیدگی سے سوچنا چاہئے کہ جوانی کے بعد بڑھاپے کا بھی ایک دَور آنے والا ہے۔ اگر مغربی تہذیب سے شیفتگی اور دلدادگی ہو گئی ہے تو اُن کو یورپ اور امریکہ جا کر دیکھنا

چاہیئے کہ وہاں بڑھاپے میں والدین کا حشر کیا ہوتا ہے۔ وہاں ان کی کسمپرسی کا کیا عالم ہے! وہاں جانے کے وسائل نہ ہوں تو ایسا لٹریچر موجود ہے جس کے مطالعے سے اس ذہنی کرب واذیت کی تصویر اُن کے سامنے آجائے گی جس سے اُس معاشرے کے والدین کو سابقہ پیش آتا ہے اور جس سے ان کا بڑھاپا دوچار ہوتا ہے۔ ان کے سامنے یہ تلخ حقیقت آجائے گی کہ والدین کی تکریم وعزت' ان کی فرمانبرداری اور ان کے ساتھ حسن سلوک کی کوئی رمق بھی اس معاشرے میں موجود نہیں ہے اور والدین کی رائے' پسند اور ان کی مرضی کو اس معاشرے میں پر کاہ کے برابر بھی وقعت نہیں دی جاتی۔ بیٹا اور بیٹی سینہ تان کر اپنے روز وشب کے بے راہ روی کے مشاغل پر بحث وتمحیص (ar{gue) کرتے ہیں۔ وہاں کوئی باپ یا ماں اپنی اولاد کے بے مہابہ معاشقوں (cc ur tships) اور آزادانہ اختلاط پر کوئی نکیر نہیں کرسکتے۔ اگر کوئی گرفت کریں گے تو منہ کی کھائیں گے۔

پھر ایک دَور وہ بھی آتا ہے کہ والدین اولاد کی شکل دیکھنے کے لئے ترستے اور تڑپتے رہتے ہیں اور ان کا بڑھاپا اس حسرت میں گزرتا ہے کہ اولاد کبھی آکر ان سے مل ہی لے۔ بوڑھے والدین' خاص طور پر بوڑھی ماں کے لئے یہ بات سوہانِ روح ہے کہ ان کی اولاد بات کرنا تو درکنار صورت دکھانے کی بھی روادار نہیں اور احساسِ تنہائی اس آخری عمر میں ان کی جان کا لاگو بنا رہتا ہے۔ ٹھیک ہے کہ وہاں ایسے بوڑھوں کے لئے جن کا گزر اوقات کے لئے ذاتی طور پر کوئی انتظام نہ ہو' حکومت کی سطح پر ہوسٹلوں کا اہتمام کیا گیا ہے' ان کے لئے علیحدہ ادارے قائم کر دیئے گئے ہیں جہاں ان کی دلبستگی کے لئے indoor تفریحات مہیا کی جاتی ہیں' ریڈیو اور ٹیلی ویژن فراہم کئے جاتے ہیں' لیکن ان تفریحات سے لطف اندوز ہونا شئے دیگر ہے اور اپنے بیٹے یا بیٹی کو دیکھنا' ان سے باتیں کرنا بالکل دوسری بات ہے۔ اس کے لئے وہ ترستے اور تڑپتے رہتے ہیں۔ کم وبیش یہی حال یہاں کے خوش حال گھرانوں کے بوڑھے والدین کا ہے۔ کمیت کا فرق ہو تو ہو' کیفیت و نوعیت میں کوئی فرق نہیں —— اگر اس تہذیب کو اختیار کرنا ہے تو پھر ان نتائج کے لئے تیار رہنا چاہیئے جو وہاں نکل چکے ہیں اور یہاں بھی نکل کر رہیں گے۔ وہاں جو نتائج نکلے ہیں ان کا وہاں جاکر بچشم سر مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔ یہ کوئی محض نظری اور خیالی باتیں نہیں ہیں' بلکہ حقائق ہیں جن کی تصدیق (verification) مشکل نہیں ہے۔

اسی "مساواتِ مَرد و زن" کے نظریئے کا ایک دلگداز (pathetic) منظر آپ کو وہاں یہ نظر آئے گا کہ بسوں' ٹرام گاڑیوں اور ٹرینوں میں بوڑھی عورتیں کھڑے ہو کر سفر کرتی ہیں اور ان کے لئے کوئی ہٹا کٹا جوان بھی سیٹ چھوڑنے کو تیار نہیں ہوتا۔ اگر "مساوات" ہے تو ٹھیک ہے' جو پہلے آگیا اور سیٹ پر قابض ہو گیا تو آخر وہ کس بنیاد پر کسی عورت کے لئے' خواہ وہ بوڑھی ہی کیوں نہ ہو' اپنی سیٹ چھوڑے! ـــــ ہاں اگر کوئی فلرٹ قسم کی نوجوان خاتون ہو تو شاید وہ اس کو اپنی سیٹ دے دے۔ لیکن ظاہر ہے کہ اس کے پیچھے انسانی ہمدردی نہیں ہو گی' بلکہ شیطانی جذبہ کارفرما ہو گا۔ ہماری جو بہنیں مغرب سے درآمد شدہ باطل نظریۂ مساواتِ مَرد و زن کی چمک دمک سے خیرہ ہو کر' اس کی علمبردار بن کر سڑکوں پر مظاہرہ کرنے نکل آئی ہیں ان کو اس فاسد نظریئے کے ان نتائج کے لئے بھی تیار رہنا چاہئے۔

علامہ اقبال مرحوم نے آج سے تقریباً ساٹھ سال قبل اس مغربی تہذیب کو بہت قریب سے دیکھا تھا۔ اِس دَور اور اُس دَور میں نصف صدی سے بھی زیادہ طویل عرصہ حائل ہے۔ اِس وقت تو یہ تہذیب کہیں زیادہ "ترقی یافتہ اور آزاد خیال" ہے۔ اپنے دَور کی تہذیب کی عکاسی علامہ مرحوم نے اپنے اشعار میں کی ہے اور ملت اسلامیہ کو اس سے حذر اور اجتناب کا پیغام دیا ہے۔ خاص طور پر مسلمان عورت کے لئے اقبال کے اشعار میں جو پیغام ہے اسے عالم اسلام کے جید مفکر و عالم مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے اپنی تالیف "نقوشِ اقبال" میں پیش کیا ہے۔ [1] مغربی تہذیب کے بارے میں علامہ مرحوم کہتے ہیں ؎

نظر کو خیرہ کرتی ہے چمک تہذیب حاضر کی
یہ صناعی مگر جھوٹے نگوں کی ریزہ کاری ہے

اپنے ایک لیکچر میں انہوں نے اس کے لئے

"The Dazzling Exterior of the Western Civilization"

یعنی "مغربی تہذیب کا چکاچوند ظاہر" کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔

عورت بحیثیت بیٹی

اب ذرا دیکھئے اِسلام نے بحیثیت "بیٹی" عورت کو کیا مقام دیا ہے۔ بعثت نبویؐ سے

قبل کا عرب کا ماحول ذہن میں لائیے کہ بیٹی کی ولادت پر باپ کا کیا حال ہوتا تھا! بیٹی کی پیدائش کو وہ اپنے لئے ننگ و عار سمجھتا تھا اور لوگوں سے اپنا چہرہ چھپائے پھرتا تھا ـــــ بالآخر اس کا یہ جھوٹا احساسِ شرمندگی اور ندامت اس کو اس شقاوت پر آمادہ کرلیتا تھا کہ وہ اس پھول سی بیٹی کو کسی گڑھے میں دبادیتا اور اسے زندہ در گور کر دیتا تھا' پھر اپنے اس بہیمانہ و ظالمانہ فعل پر فخر کرتا تھا۔ ان کی اس رسم بد پر سورۃ التکویر میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس انداز میں نکیر کی گئی ہے :

﴿ وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ ○ بِاَيِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ ○ ﴾ (التکویر : ۸'۹)

"(قیامت کے دن کیا حال ہوگا) جب زندہ گاڑی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ وہ کس قصور میں ماری گئی؟"

مزید بر آں اس وحشت ناک رسم کا چونکا دینے والے اسلوب سے سورۃ النحل میں یوں نقشہ کھینچا گیا :

﴿ وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ○ يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ؕ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِى التُّرَابِ ؕ ﴾ (النحل : ۵۸'۵۹)

"جب ان میں سے کسی کو بیٹی کے پیدا ہونے کی خوشخبری دی جاتی ہے تو اُس کے چہرے پر سیاہی اور کلونس چھا جاتی ہے اور وہ بس خون کا سا گھونٹ پی کر رہ جاتا ہے۔ لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے کہ اس خبر کے بعد کیا کسی کو منہ دکھائے' سوچتا ہے کہ ذلت کے ساتھ بیٹی کو لئے رہے یا مٹی میں دبا دے۔"

بعثت محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے بعد اسلام نے کس طرح اس صورتِ حال میں انقلاب برپا کیا ہے' اس کا نقشہ کتب احادیث و سیر میں دیکھئے۔ نبی اکرم ﷺ نے یہ تعلیم دی کہ بیٹی کا باپ ہونا ہرگز موجب عار نہیں ہے' بلکہ موجب سعادت ہے۔ امام مسلمؒ نے اپنی صحیح میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے :

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ((مَنْ عَالَ جَارِيَتَيْنِ حَتّٰى تَبْلُغَا جَاءَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَنَا وَهُوَ)) وَضَمَّ اَصَابِعَهٗ [۴]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : "جس نے دو لڑکیوں کی پرورش کی' یہاں تک کہ وہ

بلوغ کو پہنچ گئیں تو قیامت کے روز مَیں اور وہ اس طرح آئیں گے"۔ آپ ﷺ نے اپنی انگشت شہادت کو ساتھ والی انگلی سے ملا کر دکھایا۔

صحیح مسلم ہی میں یہ روایت بھی ہے:

((مَنِ ابْتُلِیَ مِنَ الْبَنَاتِ بِشَیْءٍ فَاَحْسَنَ اِلَیْھِنَّ کُنَّ لَهٗ سِتْرًا مِنَ النَّارِ)) (۵)

"جس کے ہاں لڑکیاں پیدا ہوں اور وہ ان کی اچھی طرح پرورش کرے تو یہی لڑکیاں اس کے لئے دوزخ سے آڑ بن جائیں گی۔"

کہاں وہ عالم کہ وہ معاشرہ بیٹی کا باپ ہونا باعث ننگ و عار اور شرم سمجھتا تھا' کہاں یہ عالم کہ اس معاشرے میں یہ بات دلوں میں راسخ ہو گئی کہ اگر کوئی بیٹیوں کی خوش دلی کے ساتھ' شفقت و محبت کے ساتھ پرورش کرتا ہے تو اس کے لئے قیامت میں آنحضور ﷺ کی قربت اور نارِ جہنم سے رستگاری کی بشارت اور نوید ہے۔

پھر دیکھئے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو بیٹیاں دیں۔ ایک نہیں چار بیٹیوں کا باپ بنایا۔ بیٹے دیئے بھی ہیں تو اُن کو بالکل نوعمری ہی میں لے بھی لیا گیا —— مَیں سمجھتا ہوں کہ اس میں بھی ایک حکمت ہے' وہ یہ کہ نبی اکرم ﷺ کا اسوہ اس اعتبار سے ان لوگوں کے لئے "مرہم" اور موجب اطمینان بن جائے جن کو اللہ تعالیٰ نے بیٹا نہ دیا ہو اور صرف بیٹیاں ہی دی ہوں ان کے دل میں بیٹوں کی حسرت ہو تو وہ دیکھ لے نبی اکرم ﷺ کو جو چار بیٹیوں کے باپ تھے۔ اس میں اور بھی حکمتیں ہوں گی' واللہ اعلم' یہاں ان کا احاطہ یا احصاء مقصود نہیں ہے —— جب آپ کے صاحبزادے حضرت قاسم کا بچپن میں انتقال ہو گیا اور اولادِ ذکور نہ رہی تو مشرکین مکہ نے طعنہ دیا تھا کہ محمدؐ تو (معاذ اللہ) ابتر ہو گئے' ان کی تو جڑ کٹ گئی' کیونکہ خاندان تو بیٹوں سے آگے چلتا ہے۔ اس پر سورۃ الکوثر میں یہ وعید آئی:

﴿ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۝ ﴾ "بلاشبہ تمہارا دشمن ہی جڑ کٹا ہے۔"

آپ کو تو اے نبیؐ ہم نے "الکوثر" (خیر کثیر) عطا کیا ہے۔ جس سے یہ بھی مراد لی جا سکتی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی معنوی اور روحانی اولاد اتنی ہو گی کہ آسمان کے تاروں اور زمین کے ریت کے ذروں کی طرح گنی نہ جا سکے گی۔ دشمنوں کے اس طعنے کا جواب وہ رویہ ہے کہ چاروں بیٹیوں کو آنحضور ﷺ نے نہایت محبت و شفقت کے ساتھ پرورش فرمایا ہے۔

اور اُن سے آپؐ کو جو اُنس تھا وہ سیرتِ مطہرہ کا مطالعہ کرنے والے ہر قاری کو معلوم ہو گا۔ خاص طور پر آنجناب ﷺ کو حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے جو محبت تھی اس کا یہ عالم تھا کہ جب وہؓ شادی کے بعد آنحضور ﷺ کی خدمت میں آتی تھیں تو نبی اکرم ﷺ ان کے لئے کھڑے ہو جایا کرتے تھے' ان کے لئے جگہ چھوڑ دیتے تھے' اپنی چادر انؓ کے لئے بچھاتے تھے اور باصرار اُس پر اُنؓ کو بٹھاتے تھے ـــــ پھر آپؐ اپنی بیٹیوں کے لئے "بِضْعَةٌ مِنِّیْ" یعنی "میرے جگر کا ٹکڑا" کے الفاظ استعمال فرماتے ہیں ـــــ بیٹیوں کے ساتھ محبت و شفقت اور عزت و احترام کا معاملہ جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے عملاً کر کے دکھایا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ اس میں یہ حکمت ہے کہ پوری دنیا کو معلوم ہو جائے کہ بیٹیوں کا وجود ہرگز موجب شرم نہیں ہے۔ نبی اکرم ﷺ کے اس طرزِ عمل نے بیٹی کو ذلت و عار کے مقام سے اٹھا کر اس عزت و احترام کے مقامِ بلند پر فائز فرمادیا جس کی نظیر تو درکنار ہلکی سی جھلک بھی دنیا کے کسی مذہب میں نہیں ہے' بلکہ معاملہ اس کے برعکس ہے کہ عورت کو سرتاپا شر ہی شر سمجھا گیا ہے' جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں۔

پھر آپ ﷺ نے اپنی تین پیاری بیٹیوں کی شادیوں کے لئے ان حضرات کا انتخاب فرمایا جو بنی نوعِ انسان کے گل سرسبد تھے' یعنی حضرات عثمان و علی رضی اللہ عنہما۔ بڑی بیٹی کا بعثت سے قبل جن صاحب سے نکاح کیا تھا وہ بھی دولت اسلام اور صحابیت کے شرف سے مشرف ہوئے۔ میری مراد حضرت ابو العاصؓ بن ربیع لقیط رضی اللہ عنہ سے ہے ـــــ ہماری وہ بہنیں جو مغربی تہذیب کی چکاچوند سے متاثر ہیں' جس کی اصل حیثیت سراب سے زیادہ کچھ نہیں ہے' ذرا تقابل تو کریں مغربی تہذیب کے دیئے ہوئے مقام کے ساتھ اس مقام کا جو اسلام نے بیٹی کو دیا! وہاں جب بیٹیاں بالغ ہو جاتی ہیں تو ان کو عموماً گھر سے نکال دیا جاتا ہے۔ ان سے کوئی سروکار نہیں رکھا جاتا کہ وہ کس حال میں ہیں' یہ ان کا ذاتی معاملہ ہے' اب وہ خود کمائیں اور کھائیں' اپنے لئے خود شوہر تلاش کریں' جتنے چاہیں courtship کریں' والدین کو اس سے کوئی غرض نہیں۔ جب بیٹیوں کے ساتھ یہ معاملہ ہوتا ہے تو قیاس کر لیجئے کہ بیٹوں کے ساتھ کیا کچھ نہ ہوتا ہو گا۔ یہی وجہ ہے کہ یورپ اور امریکہ میں آزادانہ جنسی اختلاط عام ہے اور معاشقے کی شادیوں کا انجام اکثر طلاق پر منتج ہوتا ہے۔ پھر اسی صورتِ واقعہ کا نتیجہ اس سلوک کی شکل میں برآمد ہوتا ہے جو اس معاشرے میں

بوڑھے والدین کے ساتھ روا رکھا جاتا ہے جس کا میں ذکر کر چکا ہوں۔

عورت بحیثیت بیوی

اب آیئے عورت کی تیسری حیثیت کے بارے میں اسلام کے نقطۂ نظر کی طرف جو اس کے بیوی ہونے کے اعتبار سے ہے۔ جس طرح میں نے آپ کو والد اور والدہ کے متعلق بتایا کہ قانون کے معاملے میں والد کو اور حسن سلوک کے معاملے میں والدہ کو فوقیت حاصل ہے' یہی صورت حال ہمیں اسلام کے عائلی نظام میں شوہر اور بیوی کے معاملے میں نظر آتی ہے۔ قانونی اعتبار سے مَرد کو عورت پر حاکم بنایا گیا اور غلبہ دیا گیا ہے۔ میں نے لفظ "حاکم" جان بوجھ کر استعمال کیا ہے' کیونکہ امر واقعہ یہی ہے کہ اسلام نے شوہر کو عائلی نظام میں حاکمیت کے مقام پر فائز کیا ہے اور قرآن نے اس کے لئے لفظ "قوّام" استعمال کیا ہے۔ ماہرین لغت عربی نے اس لفظ کو راعی' محافظ' حاکم اور کفیل کے معانی اور مفاہیم کا حامل بتایا ہے۔ لہٰذا اس لفظ "قوّام" کا صحیح مفہوم و مطلب ہو گا وہ شخص جو کسی فرد یا ادارے یا نظام کے معاملات کو صحیح و درست طور پر چلانے اور اس کی حفاظت و نگہداشت کرنے اور اس کی احتیاجات و ضروریات مہیا کرنے کا ذمہ دار ہو ـــــ قرآن نے سورۃ النساء کی آیت ۳۴ میں یہ اٹل' مستقل اور غیر متبدل اصول بیان فرما دیا ہے کہ :

﴿ اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ ﴾ (النساء:۳۴)

"مَرد عورتوں پر قوّام ہیں۔"

مراد ہیں شوہر اور بیوی۔ آیت کا سیاق و سباق اسی پر دلالت کرتا ہے۔ اس اصول اور قانون کی علت اور حکمت کو اسی آیت میں آگے بیان کیا گیا ہے جس پر میں ان شاء اللہ آگے گفتگو کروں گا۔ یہاں میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جہاں قانونی طور پر مَرد کو حاکم بنایا گیا ہے وہاں نبی اکرم ﷺ نے اخلاقی سطح پر اپنی بیویوں کے ساتھ حسن سلوک کی اتنی تاکید فرمائی ہے کہ اس مختصر سے وقت میں تمام احادیث کا احاطہ ممکن نہیں۔ میں چند احادیث پیش کرنے پر اکتفا کروں گا جن سے آپ کے سامنے وہ توازن آ جائے جو اخلاقی حیثیت سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قائم فرمایا ہے تاکہ قانونی طور پر حاکم ہونے کی حیثیت سے مَرد اپنی بیویوں پر تعدی اور زیادتی سے اجتناب کر سکیں۔ ایک حدیث مسلم

شریف میں ہے :

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ عَمْرٍو اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قال :
((اَلدُّنْيَا مَتَاعٌ وَخَيْرُ مَتَاعِ الدُّنْيَا الْمَرْاَةُ الصَّالِحَةُ)) (٦)

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "دنیا کل کی کل برتنے کی چیز ہے' اور اس دنیا کی بہترین متاع نیک عورت (بیوی) ہے۔"

یعنی لوگو! جان لو کہ اس دنیا کی زندگی کے گزارنے اور برتنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں دی ہیں ان میں سب سے بڑی نعمت نیک بیوی ہے۔ قدر و قیمت کے تعین کا یہ انداز سبحان اللہ! دنیا میں انسان کو بہت سی چیزیں مرغوب ہوتی ہیں اور ان سے دلی لگاؤ ہوتا ہے۔ مال ہے' دولت ہے' جائیداد ہے' جاہ و حشمت ہے' وجاہت ہے' بیٹے ہیں' بیٹیاں ہیں۔ ماں باپ اور اعزہ و اقارب ہیں' یہ سب کچھ اپنی جگہ پر' لیکن دنیا کی ان تمام چیزوں میں سب سے زیادہ قابل قدر اور قیمتی شے جو اللہ تعالیٰ کسی بندے کو عطا فرماتا ہے وہ نیک اور صالح بیوی ہے۔ ترمذی میں روایت ہے :

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ((اَكْمَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ اِيْمَانًا اَحْسَنُهُمْ خُلُقًا' وَخِيَارُكُمْ خِيَارُكُمْ لِنِسَائِكُمْ)) (٧)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کامل ایمان والا وہ ہے جو اخلاق میں اچھا ہو' اور تم میں سے بہترین وہ لوگ ہیں جو اپنی عورتوں کے حق میں بہترین ہوں۔"

ترمذی ہی میں ایک روایت آئی ہے :

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ((خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِاَهْلِهِ وَاَنَا خَيْرُكُمْ لِاَهْلِیْ)) (٨)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے' وہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : "(لوگو! جان لو کہ) تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لئے بہتر ہو' (اور جان لو کہ) تم میں اپنے گھر والوں سے سب سے بہتر حسن سلوک کرنے والا میں خود ہوں۔"

ایک روایت میں جو سنن ابن ماجہ میں ہے' اسی بات کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک منفی

اسلوب سے واضح فرمایا۔ آپ ﷺ نے لوگوں کو جمع ہونے کا حکم دیا اور خطبہ ارشاد فرمایا :

((لَقَدْ طَافَ اللَّيْلَةَ بِآلِ مُحَمَّدٍ سَبْعُوْنَ امْرَاَةً كُلُّ امْرَاَةٍ تَشْتَكِيْ زَوْجَهَا فَلَا تَجِدُوْنَ اُولٰئِكَ خِيَارَكُمْ))(۹)

"آج محمد (ﷺ) کے گھر والوں کے پاس ستر عورتوں نے چکر لگایا ہے' ہر عورت اپنے شوہر کی شکایت کر رہی تھی (میں تم سے کہہ دینا چاہتا ہوں کہ) جن لوگوں کی شکایت آئی ہے وہ تم میں اچھے لوگ نہیں ہیں۔"

یعنی جن شوہروں نے اپنی بیویوں سے ایسا سلوک روا رکھا ہوا ہے جس پر وہ شاکی ہیں اور جس سے ان کا قلبی اطمینان جاتا رہا ہے تو وہ لوگ اچھے لوگوں میں سے نہیں ہیں۔ اس اصول کی آنحضور ﷺ نے تعلیم دی۔ ظاہر بات ہے کہ شکایت صحیح ہے یا غلط' اس کا فیصلہ تو فریقین کے بیانات کے بعد ہی لگایا جا سکتا ہے۔ اس لئے آنجنابؐ نے تربیت کے لئے بطورِ سرزنش لوگوں کو متنبہ فرمادیا۔

یہ بات ماننی پڑتی ہے کہ آج ہمارے معاشرے میں بیویوں کے ساتھ حسن سلوک کا پلڑا ہلکا ہو گیا ہے۔ شوہر اپنی قوّامیت کے مظاہرے کے لئے تو ہر وقت آمادہ نظر آتے ہیں لیکن حسن سلوک کے معاملے میں تہی دست ہیں۔ یہ معاملہ صحیح نہیں ہے' اصلاح طلب ہے' اور یہ اصلاح خاندان کے ادارے کو مضبوط اور خوشگوار بنانے کا باعث بنے گی ـــــ دینی گھرانوں میں یا ان گھرانوں میں جو قدامت پسند ہیں' چاہے دینی نہ بھی ہوں' قدیم روایات چل رہی ہیں' جن کی بنیاد دین پر نہیں ہے' بلکہ ان کی خاندانی یا قبائلی روایات پر ان کے ہاں ایک نظام و رواج چل رہا ہے۔ ایسے خاندانوں میں یہ تقصیر نظر آتی ہے کہ اہل و عیال کے ساتھ جس حسن سلوک کی جناب محمد ﷺ نے تلقین فرمائی ہے اس کا فقدان ہے۔ اس کمی کا ہمیں اعتراف کرنا چاہئے اور یہ بھی محسوس کرنا چاہئے کہ ایسے دینی اور روایتی خاندانوں کے غلط طرزِ عمل کی وجہ سے ان کی خواتین میں اگر کوئی ردِ عمل پیدا ہو جائے تو اس کی ذمہ داری ان پر آئے گی۔ اگر ایسے لوگوں نے اپنی خواتین پر زیادتی کی ہے' اُن کے ساتھ ناروا سلوک کیا ہے' اُن کی عزتِ نفس کو ٹھیس پہنچائی ہے' اُن کے اِس قانونی تشخص کی حق تلفی کی ہے' اُن کے اِن اخلاقی حقوق کی جو اللہ نے دیئے

ہیں' رعایت اور پاسداری نہیں کی ہے تو ان وجوہ سے خواتین کے ردعمل اور اس سے جو برائی جنم لے گی اللہ کی عدالت میں اس کی ذمہ داری ان لوگوں پر آئے گی جو اپنے طرزِ عمل کو اس تعلیم و تلقین کے مطابق نہیں رکھ رہے ہیں جو کتاب و سُنّت اور شریعت نے دی ہے۔

یہ تو ایک ضمنی گفتگو تھی' اب آیئے اصل موضوع کی طرف ـــــ میں عرض کر رہا تھا کہ خاندان کے ادارے کو مستحکم کرنے کے لئے اسلام نے مَرد کو برتری اور فضیلت عطا کی ہے اور اِس کے لئے قرآن مجید میں لفظ "قوّام" استعمال ہوا ہے۔ اس سطح پر آکر مَرد اور عورت ہرگز مساوی نہیں ہیں۔ اس معاملے میں مساوات کا تصور عقل کے بھی بالکل خلاف ہے' اس لئے کہ خاندان دراصل ایک انتظامی ادارہ (unit) ہے اور کسی بھی انتظامی ادارے میں مساوی اختیارات کے حامل دو سربراہ نہیں ہو سکتے۔ یہ ممکن ہی نہیں' قطعی ناقابل عمل بات ہے۔ آپ پورے انسانی تمدن کا جائزہ لے لیجئے! بڑے سے بڑے اور چھوٹے سے چھوٹے ادارے کو سامنے رکھ لیجئے کہ کیا کوئی ایسا ادارہ موجود ہے کہ جس کے سربراہ دو ہوں اور بالکل مساوی اختیارات رکھتے ہوں؟ بالفرض کہیں یہ حماقت کی گئی ہو تو پھر وہ ادارہ صحیح طور پر اپنا کام انجام نہیں دے سکتا۔ یہ ناممکن ہے' محالِ عقلی ہے۔ لہٰذا اگر یہ مقصد پیش نظر ہو کہ خاندان کے ادارے کو مستحکم کیا جائے' مضبوط بنایا جائے جیسا کہ اسلام چاہتا ہے اور اس کا عین منشاء ہے' تو ظاہر بات ہے کہ قانون اور اختیار دونوں اعتبارات سے خاندان میں کسی ایک فرد کو برتری دینا ہوگی' اس کے بغیر خاندان کا ادارہ نہ مستحکم ہو سکتا ہے اور نہ وہ وظیفہ انجام دے سکتا ہے جو اسکے ذمہ ہے۔

مَرد کی قوّامیت کی اساسات

قرآن حکیم سے واضح ہوتا ہے کہ تین اساسات اور تین بنیادوں کی وجہ سے یہ برتری اور یہ اختیار مَرد کو حاصل ہے۔ اس ضمن میں چند آیات ایک خاص تدریج و ترتیب کے ساتھ مَیں آپ کے سامنے رکھوں گا' آپ سے درخواست ہے کہ ان پر خصوصی توجہ مرکوز رکھیں۔

پہلی اساس : آپ کو معلوم ہے کہ اسلامی شریعت کا بنیادی خاکہ (Blue Print)

ہمیں سورۃ البقرۃ میں ملتا ہے۔ وہاں ہمیں آیت ۲۲۸ کے آخری حصے میں یہ اساس ملتی ہے۔ فرمایا :

﴿ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِىْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۠ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ۝ ﴾ (البقرۃ : ۲۲۸)

"عورتوں کے لئے بھی معروف طریقے پر ویسے ہی حقوق ہیں جیسے مَردوں کے حقوق اُن پر ہیں' البتہ مَردوں کو ان پر ایک درجہ (ترجیح کا) حاصل ہے' اور (سب پر) اللہ غالب اقتدار رکھنے والا اور حکیم و دانا موجود ہے۔"(۱۰)

حقوق و فرائض کا ایک توازن بھی اس آیت میں بیان ہو گیا اور مَرد کی ترجیح و فضیلت اور درجہ بندی بھی ظاہر ہو گئی۔ ساتھ ہی یہ تنبیہہ بھی کر دی گئی کہ حقوق و فرائض کے ضوابط کی صحیح ادائیگی کی نگرانی کے لئے وہ ہستی موجود ہے جو العزیز (غالب و زبردست) ہے اور جس نے کامل حکمت کے ساتھ یہ درجہ بندی کی ہے۔ "لام" اور "علٰی" کے حروفِ جار کے متعلق میں کئی بار عرض کر چکا ہوں کہ "لام" کسی کے حق میں کوئی چیز اور "علٰی" کسی کے خلاف جانے یا کسی پر عائد ہونے والی کسی چیز کے لئے آتا ہے۔ تو فرائض کو تعبیر کیا جائے گا' "علٰی" سے۔ یہ فریضہ مجھ پر عائد ہوتا ہے' اور حق کی تعبیر کے لئے "لام" آئے گا' یعنی یہ میرا حق ہے۔ ﴿ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِىْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ﴾ جیسے کچھ ان کے فرائض ہیں جو ان (عورتوں) پر عائد کئے گئے ہیں اسی کی مناسبت سے شریعت اسلامی نے معروف طور پر اُن کو حقوق بھی عطا کئے ہیں' لیکن ایک اصول یہ بھی بتا دیا گیا : ﴿ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ﴾ "یہ بات جان لو کہ مَردوں کو اُن (عورتوں) پر ایک درجہ فضیلت کا حاصل ہے۔ گویا یہاں پیشگی ایک رہنما اصول (Directive Principle) بیان کر دیا گیا۔ جیسے آپ کو معلوم ہو گا کہ شراب اور جوئے کے معاملے میں سورۃ البقرۃ میں پہلا اصول یہ بیان ہوا ہے کہ :

﴿ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ۭ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا ۭ ﴾ (البقرۃ : ۲۱۹)

"اے نبیؐ! یہ آپ سے شراب اور جوئے کے بارے میں پوچھ رہے ہیں' تو ان سے کہہ دیجئے کہ اِن میں کچھ منفعتیں بھی ہیں' لیکن اِن میں گناہ اور برائی کا عنصر

منفعتوں سے زیادہ ہے۔"

بات یہیں چھوڑ دی۔ ابھی حرمت کا حکم نہیں دیا گیا' لیکن ایک سمت (Direction) معین ہو گئی کہ بات کس طرف جا رہی ہے' ہوا کا رخ کیا ہے! ـــــــ اسی طرح سورۃ البقرۃ کی آیت ۲۲۸ میں ہوا کا رُخ متعین کر دیا گیا کہ ﴿ لِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ﴾ "جان لو کہ مَردوں کو عورتوں پر ایک درجہ فضیلت کا حاصل ہے" ـــــــ سورۃ النساء کی آیت ۳۲ میں یہ مضمون زیادہ واضح ہو کر آتا ہے' جس کا ایک حوالہ میں پہلے بھی دے چکا ہوں۔ یہاں فضیلت کا فلسفہ اس اسلوب سے ہمارے سامنے آتا ہے کہ :

﴿ وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ ﴾

"اور اللہ تعالیٰ نے تم میں بعض کو بعض پر جو فضیلت دی ہے اس کی تمنا نہ کرو!"

تمام قدیم و جدید مفسرین کا اس پر اجماع ہے کہ یہاں حتمی اور قطعی طور پر وہ فضیلت مراد ہے جو اللہ تعالیٰ نے مَرد کو عورت پر عطا فرمائی ہے۔ اسی آیت کا اگلا حصّہ اس کو صراحت کے ساتھ کھول دیتا ہے کہ :

﴿ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ؕ ﴾

"مَردوں کے لئے ان کی کمائی میں حصّہ ہے اور عورتوں کے لئے ان کی کمائی میں سے حصّہ ہے۔"

یعنی نیکی اور بدی کمانے کے دونوں کو مواقع حاصل ہیں۔ تمنا کا حاصل کچھ نہیں ہو گا' سوائے اس کے کہ انسان پیچ و تاب کھائے اور اس کی صلاحیت ضائع ہو۔ اس تمنا کی کوئی productive حیثیت نہیں ہو گی' یہ محض ضیاع ہو گا۔ اگر اللہ تعالیٰ نے تخلیق میں مَرد کو عورت پر فضیلت دی ہے تو اسے کھلے دل سے تسلیم کیجئے۔ اس کی تمنا کرنے اور اس پر پیچ و تاب کھانے کے بجائے اس بات کو مستحضر رکھئے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے جو صلاحیتیں' توانائیاں اور قوّتیں دی ہیں اور مجھ پر جو فرائض و حقوق عائد کئے ہیں' آخرت میں میرا محاسبہ اس کے اعتبار سے ہو گا۔ انسان کی یہ طبعی کمزوری ہے کہ وہ فضیلت کے معاملے کو آسانی سے قبول نہیں کرتا۔ مَردوں کو عورتوں پر بحیثیت مجموعی فضیلت ہے تو اس کے بارے میں عورتوں میں کمتری کے احساس کا پیدا ہونا فطری ہے۔ اس کے ازالے اور علاج کے لئے فرمایا گیا ہے :

﴿ وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا ؕ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ؕ وَاسْئَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمًا۝ ﴾ (النّساء : ۳۲)

اس آیت کا آخری حصّہ انتہائی قابلِ غور ہے۔ یہ فضیلت اللہ کی دی ہوئی ہے جو ہر چیز کا علم رکھتا ہے' اس نے یہ فضیلت معاذ اللہ لاعلمی میں نہیں دی ہے' ایسے ہی اٹکل پچو نہیں دے دی' بلکہ علم کامل اور حکمت بالغہ کی بنیاد پر دی ہے۔

آگے سورۃ النساء کی آیت ۳۴ میں یہ بات واشگاف طور پر کھول دی اور declare کر دی جاتی ہے کہ ﴿ اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ ﴾ قرآن حکیم کے اسلوب کو پہچانئے! پہلے ایک سمت سورۂ بقرہ کی آیت ۲۲۸ میں متعین فرمائی گئی' پھر ذہنوں کو تیار کرنے کے لئے سورۃ النساء کی آیت ۳۲ میں فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے جس کو جس پر فوقیت اور فضیلت دے دی ہے اس کو خوش دلی سے تسلیم (reconcile) کرنا چاہئے۔ اس پر رشک کرنے' اس کی تمنا کرنے اور اس پر شکوہ و شکایت کرنے کے بجائے اس پر راضی برضا ہو کر اپنے طرزِ عمل کو درست کیا جانا چاہئے۔ اس کے بعد ایک اٹل' دائمی اور ابدی ضابطہ بیان فرمادیا گیا :

﴿ اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ .. ﴾

(النساء : ۳۴)

"مرد عورتوں پر قوّام ہیں۔ اس سبب سے کہ اللہ نے ان میں ایک کو دوسرے پر فضیلت عطا فرمائی ہے .."

تفضیل کے لئے وہی الفاظ معمولی سے فرق کے ساتھ یہاں بھی آگئے جو آیت ۳۲ میں آئے تھے ـــــ قوّام کے لفظ کی کچھ تشریح میں پہلے کرچکا ہوں۔ یہاں یہ سمجھ لیجئے کہ یہ لفظ قائم سے مبالغے کا صیغہ ہے' جیسے فاعل سے فعال۔ اس مبالغے کی وجہ سے قائم (کھڑا ہونے والا) کے مفہوم میں انتہائی وسعت پیدا ہو گئی۔ اس میں محافظت اور حاکمیت کی حیثیت سے کھڑے ہونے کے معنی بھی شامل ہو گئے۔ اس قوّام کے لفظ نے مرد کی حیثیت نگران و نگہبان اور حاکم کی بھی قرار دے دی۔ علامہ اقبال مرحوم نے اسی مفہوم کو اس طرح ادا کیا ہے کہ ؎ نسوانیت زن کا نگہباں ہے فقط مرد۔

اس قوّامیت کی ایک بنیاد کو اللہ تعالیٰ نے ﴿ بِمَا فَضَّلَ اللّٰہُ بَعْضَھُمْ عَلٰی بَعْضٍ ﴾ کے الفاظ سے بیان کر دیا۔ ایک تو تخلیقی فضیلت ہے جو اللہ نے مَردوں کو عورتوں پر دی ہے۔ ان کو جسمانی قوت زیادہ دی ہے' ان میں توانائی دی ہے' ان میں بھاگ دوڑ کی صلاحیت زیادہ ہے' ان میں اختراع و ایجاد کا جوہر زیادہ ہے' ان میں حکمرانی و جہاں بانی کا حوصلہ و ولولہ زیادہ ہے' ان کی فطرت میں جنگ و جدال کا داعیہ زیادہ ہے' ان میں عزیمت زیادہ ہے' معاشی جدوجہد اور محنت و کوشش کا مادہ زیادہ ہے' ان میں فاعلیت زیادہ ہے۔ لہٰذا اِن اوصاف اور صفات کی وجہ سے انہیں عورتوں پر قوّام بنایا گیا ہے اور اس قوّامیت کے تمام لوازم ان کے سپرد کئے گئے ہیں۔ وہ خاندان کے ادارے کے حاکم' محافظ اور نگہبان ہیں' دین و اخلاق کے معاملات کی نگرانی کے ذمہ دار بھی وہی ہیں' بیوی اور بچوں کی کفالت اور خاندان کی ضروریاتِ زندگی کی فراہم رسانی کی ذِمہ داری بھی اُن پر ہے۔ لہٰذا ان کی بیویوں اور بچوں پر ان کی اطاعت فرض ہے (بشرطیکہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کا حکم نہ دیں) اسی بات کو رسول اللہ ﷺ نے اس طرح بیان فرمایا ہے:

((اَلرَّجُلُ رَاعٍ فِیْ اَھْلِہٖ وَھُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِیَّتِہٖ))

"مَرد اپنے اہل و عیال پر حکمران و نگران ہے' اور وہ اپنی رعیت کے بارے میں اللہ کے سامنے جواب دہ ہے۔"

اس حدیث کو امام بخاریؒ نے ﴿ قُوْا اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَارًا ﴾ کی تفسیر میں روایت کیا ہے ـــــ حدیث کا آغاز ان الفاظ سے ہوتا ہے' جو بہت زیادہ مشہور ہیں:

((کُلُّکُمْ رَاعٍ وَّکُلُّکُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِیَّتِہٖ)) (۱۱)

"تم میں سے ہر ایک (اپنے اپنے دائرۂ اختیار میں) راعی (نگران و حکمران) ہے اور تم میں سے ہر ایک اپنی رعیت کے بارے میں (اللہ کے ہاں) جواب دہ ہے۔"

اللہ نے اپنی فیض بخشیوں سے مَرد کو اگر ان پہلوؤں سے زیادہ نوازا ہے جن کا میں نے ابھی ذکر کیا تو عورت کو چند دوسرے پہلوؤں سے مالا مال کیا ہے۔ اس میں مَرد کی تخلیق و ایجاد کے ثمرات و نتائج کو سنبھالنے کا سلیقہ اور ہنر عطا فرمایا ہے' اس کو گھر بنانے اور گھر بسانے کی قابلیت بخشی ہے' اس میں گھر گرہستی کے کاموں' بچوں کی پرورش و

نگہداشت اور گھریلو اُمور سے ایک فطری مناسب ودیعت کی ہے' اس کے اندر دل کشی' دلربائی' شیرینی اور حلاوت کا جمال رکھا ہے' خاندان کی اندرونی تنظیم میں اسے گھر کے حاکم کی ملکہ کا مقام عنایت کیا ہے' کسب معاش کی ذمہ داری شوہر پر رکھی ہے تو اس کمائی سے گھر کا انتظام کرنا اس کے ذمہ لگایا ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے سورۃ التحریم کی آیت ﴿ قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا ﴾ کی تفسیر میں صحیح بخاری میں یہ قول بھی منقول ہے :

((اَلْمَرْاَةُ رَاعِيَةٌ عَلٰى بَيْتِ زَوْجِهَا وَهِيَ مَسْئُوْلَةٌ عَنْهَا))

"عورت اپنے شوہر کے گھر کی حکمران ہے اور وہ اپنی حکومت کے دائرہ میں اپنے عمل کے لئے جواب دہ ہے۔"

یہ خالق و فاطر کائنات کی خلاقی کا کمال ہے کہ اس نے اگر مرد میں فعالیت کی صلاحیت رکھی ہے تو عورت کو انفعال کی اہلیت سے نوازا ہے۔ فعل و انفعال دونوں اس کارخانہ ہستی اور کارگاہِ حیات کو چلانے کے لئے یکساں ضروری ہیں۔ دونوں کا اپنی اپنی جگہ اور اپنے اپنے دائرہ عمل میں ایک اہم مقام ہے۔ اب اگر یہ دونوں ایک دوسرے کے دائرہ عمل اور حدودِ کار میں بے جا مداخلت کریں گے یا ایک دوسرے کے قدرت کے تفویض کردہ امور کے بارے میں چھینا جھپٹی کریں گے تو تمدن میں فساد اور بگاڑ پیدا ہو گا اور یہ اپنی حقیقت کے اعتبار سے قدرت کی تقسیم کار کے خلاف بغاوت ہو گی' جس کے مہلک نتائج بنی نوع انسان نے پہلے بھی بھگتے ہیں اور اب بھی بھگت رہی ہے۔ ایسے مردوں اور عورتوں پر لعنت کی گئی ہے جو ایک دوسرے کی نقالی کی روش اختیار کرتے ہیں۔ سنن ابی داؤد کی دو روایتیں اس مفہوم کو سمجھنے میں ان شاء اللہ کفایت کریں گی۔ پہلی روایت کے الفاظ ہیں :

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهٗ لَعَنَ الْمُتَشَبِّهَاتِ مِنَ النِّسَآءِ بِالرِّجَالِ وَالْمُتَشَبِّهِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَآءِ (۱۲)

"ابن عباس (رضی اللہ عنہما) سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اُن عورتوں پر لعنت کی

ہے جو مَردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہیں اور ان مَردوں پر لعنت کی ہے جو عورتوں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں۔"

دوسری روایت ہے :

لعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّجُلُ يَلْبَسُ لِبْسَةَ الْمَرْاةِ وَالْمَرْاةَ تَلْبَسُ لِبْسَةَ الرَّجُلِ (۱۳)

"رسول اللہ ﷺ نے اُس مَرد پر لعنت کی ہے جو عورت کا لباس پہنے اور اس عورت پر لعنت کی ہے جو مَرد کا لباس پہنے۔"

- **قوامیت کی دوسری اساس :** عورت پر مَرد کو قوّام بنانے اور فضیلت حاصل ہونے کی دوسری اساس سورۃ النساء کی اسی آیت میں آگے ان الفاظ میں بیان ہوئی :

﴿ وَبِمَا اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ﴾

"اور یہ (قوّامیت و فضیلت) اس سبب اور بناء پر (بھی ہے) کہ مَرد اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔"

اس آیت کا یہ حصّہ اس بات پر قطعی دلیل ہے کہ خاندان (بیوی بچوں) کی کفالت کی ذمہ داری مَرد پر ہے۔ نان نفقہ اس کے ذمہ ہے، عورت پر یہ بار نہیں ڈالا گیا، مہر مَرد ادا کرتا ہے، عورت پر یا عورت کے خاندان پر اس قسم کی کوئی ذمہ داری نہیں ہے، شادی کی خوشی میں دعوتِ ولیمہ کرنا لڑکے والوں کے ذمے ہے، لڑکی والوں پر اس قسم کا کوئی بوجھ نہیں، تمام سامانِ اُمورِ خانہ داری کی فراہمی بھی لڑکے یا اس کے خاندان والوں پر ہے، لڑکی والے اس سے بری ہیں۔ (۱۴)

اب دو اساسات جمع ہو گئیں، ایک تخلیقی تفضیل ہے جو اللہ نے مَرد کو دی ہے، جو مَرد کی تخلیقی و نفسیاتی ساخت اور فطرت میں مضمر ہے، دوسری یہ کہ اسلام نے جو عائلی نظام بنایا ہے اس میں کمائی اور معاشی کفالت کا تمام بوجھ مَرد کے کاندھوں پر ڈالا گیا ہے۔ لہٰذا اِن دو بنیادوں پر مَرد کی قوّامیت کو استوار کیا گیا ہے۔ اب بات یہاں تک واضح ہو گئی کہ مَرد عورتوں پر قوّام ہیں، اس بناء پر کہ اللہ نے ان میں سے ایک (مَرد) کو دوسرے (عورت) پر فضیلت دی ہے اور اس سبب سے کہ مَرد اپنے مال خرچ کرتے ہیں۔

﴿ اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ﴾

سورۃ النساء کی آیت ۳۲ اور آیت ۳۴ کے آغاز میں مذکور اِن دو اہم مضامین کی تشریح و تفسیر اور ان پر تدبر و تفکر سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اللہ نے مَرد اور عورت کو جو علیحدہ علیحدہ مقام اور تشخص دیا ہے اس کو reconcile کیجئے' اس کے مطابق طرزِ عمل اختیار کیجئے' اسی میں ہماری دُنیوی اور اُخروی کامیابی ہے۔

بیوی کے لئے صحیح طرزِ عمل : اسی آیت میں آگے نہایت پیارے اور دلنشین اور واضح انداز میں عورتوں کے لئے رہنمائی عطا فرمادی گئی کہ مَرد کی فضیلت و قوّامیت کے پیشِ نظر اُن کا طرزِ عمل کیا ہونا چاہئے۔ فرمایا :

﴿ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ﴾

"پس نیک بیبیوں کو سزاوار ہے کہ وہ فرماں برداری کرنے والی اور مَردوں کے پیچھے اُن کے حقوق اور رازوں کی حفاظت کرنے والی بنیں بوجہ اس کے کہ اللہ نے اس چیز کی حفاظت کی ہے۔"

آیت مبارکہ کے اس ٹکڑے میں ایک صالح بیوی کی دو صفات بیان کی گئیں۔ ایک یہ کہ وہ قانِتہ ہو۔ دوسری یہ کہ وہ حافظۃ للغیب ہو ـــــ ترجمے سے ان صفات کا ایک اجمالی مفہوم آپ کے سامنے آگیا ہو گا' لیکن ضرورت ہے کہ اس کو مزید واضح کیا جائے۔ اس حصّے کی ترجمانی اور تشریح و توضیح یوں ہو گی کہ ازروئے قرآن مجید صالح اور نیک بیویاں وہ ہیں' یا ازروئے اسلام قابلِ تعریف طرزِ عمل اور کردار اُن خواتین کا ہے جن میں دو اوصاف موجود ہوں ایک یہ کہ وہ قانتات ہوں' یعنی شوہروں کی فرمانبردار ہوں' ان کا حکم مانیں۔ ظاہر بات ہے کہ وہ حاکم کیا ہوا جس کا حکم نہ مانا جائے! یہ ضرور ہے کہ حاکمِ مطلق صرف اللہ ہے' شوہر کا حکم اگر اللہ کے حکم کے خلاف ہے تو نہیں مانا جائے گا' لیکن اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کے دائرے میں شوہر کا حکم ماننا بیوی پر لازم اور فرض ہے۔ اس لزوم اور فرضیت کے باہمی ربط کو شوہر کے لئے قوّام (حاکم) اور

بیوی کے لئے قانتہ (فرماں بردار) کے الفاظ سے بالکل واضح اور نمایاں کر دیا گیا اور نظم قرآن کے اس اعجاز سے ثابت ہو گیا کہ عائلی زندگی میں شوہر کو حاکم کی حیثیت حاصل ہے۔

دوسرا وصف یہ ہے کہ وہ حافظات للغیب ہوں۔ اس اسلوب میں بڑی جامع باتیں آگئی ہیں۔ اس میں اپنی عصمت و عفت کی حفاظت بھی ہے ـــــ درحقیقت اب وہ صرف اس کی عصمت نہیں ہے بلکہ شوہر کی آبرو اور اس کی ناموس ہے۔ جب تک شادی نہیں ہوئی تھی عورت کی عصمت اُس کی ذاتی اور خاندان والوں کی آبرو اور عصمت تھی' جب وہ رشتۂ ازدواج میں منسلک ہو کر ایک شخص کی بیوی بن گئی ہے تو اس میں اضافی طور پر اس کے شوہر کی عزت و ناموس بھی شامل ہو گئی ـــــ اسی طریقے سے نیک بیویوں پر لازم ہے کہ وہ اپنے شوہروں کے رازوں کی حفاظت کریں۔ شوہر کے رازوں سے بیوی سے زیادہ کوئی دوسرا آگاہی رکھ سکتا ہی نہیں؟ لیکن ایک صالح بیوی کا طرزِ عمل یہ ہو گا کہ وہ شوہر کے رازوں اور کمزوریوں کو چھپائے' ان کی حفاظت کرے ـــــ اگر وہ ان کا افشاء کرتی ہے تو یہ طرزِ عمل اس کردار کے بالکل منافی اور متضاد ہو گا جو کتاب و سُنّت سے ایک صالح اور آئیڈیل بیوی کا ہمارے سامنے آتا ہے۔ پس اس آیت سے یہ بات واضح طور پر ہمارے سامنے آگئی کہ جب میاں بیوی کا رشتہ قائم ہو تو ایک خاتون کا صحیح طرزِ عمل کیا ہونا چاہئے۔

<u>قوّامیت کی تیسری اساس</u> : آگے چلئے' یہ جو عقدة النکاح ہے اس میں بھی فرق و تفاوت ہے۔ اس گرہ کے بندھنے میں یقیناً عورت کی مرضی بھی شامل ہوتی ہے۔ لڑکی سے اُس کا ولی اجازت لے کر آتا ہے اور نکاح پڑھانے والے کے ذریعے ایجاب یعنی پیش کش کرتا ہے اور لڑکا یہ پیشکش قبول کرتا ہے۔ اگر لڑکی اجازت نہ دے تو یہ بندھن نہیں بندھ سکتا۔ یہ قانونی تشخص اس کو حاصل ہے۔ اس کی مرضی کے بغیر نکاح نہیں ہو گا۔ اس میں یہ وضاحت کر دی گئی ہے کہ اگر لڑکی کنواری ہے تو اس کے سامنے ذکر کر دیا جائے اور وہ خاموش رہے تو یہ خاموشی بھی رضا شمار ہوتی ہے۔ چنانچہ "خاموشی نیم رضا" ہمارے ہاں محاورہ بن گیا ہے (یہاں "خاموشی" پر جو عربی لفظ نہیں ہے' ال لگانا بڑا ہی مضحکہ خیز ہے) لیکن اگر عورت ثیبہ ہے' یعنی مطلقہ ہے یا بیوہ ہے تو اس میں صراحت کی گئی

ہے کہ نکاحِ ثانی کے لئے اس کی کامل اجازت ضروری ہے۔ یعنی جب تک وہ زبان سے نہ کہے بات پوری نہیں ہوگی —— لیکن اس گرہ کے بندھ جانے کے بعد معاملہ مساوی نہیں رہا۔ اب گرہ مَرد کے ہاتھ میں ہے۔ اسے اختیار ہے وہ جب چاہے اس گرہ کو کھول دے۔ جب چاہے طلاق دے دے۔ سورۃ البقرۃ کی آیت ۲۳۷ میں اس اختیار کو بایں الفاظ بیان کیا گیا ہے :

﴿ اَلَّذِیْ بِیَدِہٖ عُقْدَۃُ النِّکَاحِ ﴾

"وہ (مَرد) جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے۔"

قانونی طور پر اُسے طلاق دینے اور نکاح کی گرہ کھولنے کا کامل اختیار ہے۔ تحدید اگر ہے تو وہ اخلاقی ہے۔ اگر وہ کسی حقیقی سبب کے بغیر ایسا کرتا ہے تو بہت بڑا ظلم کرتا ہے' جس کی اُسے اللہ کے ہاں جواب دہی کرنی ہوگی۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خبردار فرمادیا کہ :

((اَبْغَضُ الْحَلاَلِ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی الطَّلاَقُ)) (۱۵)

"اللہ کے نزدیک حلال چیزوں میں سب سے بری چیز طلاق ہے۔"

قانون اپنی جگہ ہے' لیکن ساتھ ہی اخلاقی پابندی بھی عائد کردی گئی ہے۔ اس طرح اس کو متوازن (balance) کیا گیا ہے۔ مَرد کسی حقیقی سبب سے طلاق دیتا ہے تو اس کو مکمل اختیار ہے' لیکن اگر بلا سبب اس نے طلاق دے کر کسی خاتون کی زندگی تباہ کی ہے' جس کا اختیار بہرحال اسے حاصل ہے' تو ایسا شخص جان رکھے کہ وہ اللہ کے ہاں بہت بڑا مجرم بن کر پیش ہوگا۔ لیکن جیسا کہ میں نے ابھی عرض کیا کہ اسے اختیار حاصل ہے۔ البتہ بیوی کو یہ اختیار حاصل نہیں ہے کہ جب چاہے اس گرہ کو کھول دے' بلکہ اسے "خلع" حاصل کرنے کا حق دیا گیا ہے۔ وہ علیحدگی چاہے تو اسے قاضی کی عدالت کا دروازہ کھٹکھٹانا ہوگا اور قاضی کو بتانا ہوگا کہ وہ کن اسباب کی بناء پر علیحدگی کی خواہاں ہے۔ اسلامی عدالتیں نہ ہوں تو وہ برادری یا قبیلے یا خاندان کے بزرگوں کو درمیان میں ڈال کر "خلع" حاصل کرسکتی ہے۔ جیسا کہ انگریزوں کی حکومت کے دَور میں عموماً ہوتا رہا ہے اور اب بھی عام طور پر ایسا ہوتا ہے کہ قبیلے یا برادری کے بزرگ عورت کی دادرسی کرتے ہیں

اور تصفیہ کرا دیتے ہیں۔ ان کے سامنے عورت اسباب پیش کر سکتی ہے کہ میں اس مَرد کے گھر میں نہیں بس سکتی۔ اس میں عورت کو یہاں تک بھی اختیار دیا گیا ہے کہ مجرد یہ بات بھی "خلع" کی بنیاد بن سکتی ہے کہ اُسے مَرد پسند نہیں ہے۔ یہ سب اس لئے کہ زن و شو میں جو مودّت و موافقت اور مزاج کی پوری ہم آہنگی خاندانی نظام کے پُر سکون ہونے کے لئے درکار ہے اگر وہ موجود ہی نہیں ہے تو یہ گاڑی کیسے چلے گی؟ لہٰذا جیسے عورت کی طرف مَرد کی رغبت ہونی ضروری ہے اسی طرح عورت کی بھی رغبت مَرد کی طرف ضروری ہے۔ حاصل کلام یہ کہ عورت کو یہ آزادی حاصل نہیں ہے کہ وہ جب چاہے ازخود اس گرہ کو کھول دے۔ اسے "خلع" کے لئے مرافعہ کرنا ہو گا' مجاز ادارے کو مطمئن (convince) کرنا پڑے گا۔ اپنے بڑوں کے سامنے اپنی واقعی مجبوریاں پیش کرنی ہوں گی تاکہ معلوم ہو جائے کہ عورت محض شدتِ جذبات سے مغلوب ہو کر اتنا بڑا اقدام نہیں اٹھا رہی بلکہ حقیقی اسباب اور مشکلات موجود ہیں ــــــ بہرحال یہ بات پیش نظر رہنی ضروری ہے کہ طلاق اور خلع اپنے status کے اعتبار سے علیحدہ علیحدہ چیزیں ہیں۔ یہ مساوی نہیں ہیں۔ جہاں بھی ان کو مساوی کیا گیا ہے وہاں جو فساد رونما ہوا ہے وہ دنیا میں خوب جانا پہچانا ہے۔

اب میں چاہوں گا کہ آپ سورۃ البقرۃ کی آیت ۲۳۷ مع ترجمہ مطالعہ کرلیں اور اس کے مضمرات کو بھی سمجھ لیں۔ پوری آیت یہ ہے :

﴿ وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ اِلاَّ اَنْ يَّعْفُوْنَ اَوْ يَعْفُوَ الَّذِيْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ ؕ وَاَنْ تَعْفُوْٓا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ؕ وَلاَ تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ○ ﴾

"اور اگر تم نے ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دی ہو' لیکن مہر مقرر کیا جا چکا ہو تو اس صورت میں نصف مہر دینا ہو گا' یہ اور بات ہے کہ عورت نرمی برتے (اور مہر نہ لے) یا وہ مَرد جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے' نرمی سے کام لے (اور پورا مہر ادا کر دے) اور تم (یعنی مَرد) نرمی سے کام لو تو یہ رویہ تقویٰ سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے۔ آپس کے معاملات میں فیاضی کو نہ بھولو! یقیناً اللہ تمہارے اعمال کو

دیکھ رہا ہے۔"

یعنی اس میں تلقین کی گئی ہے کہ اگرچہ نکاح کی گرہ مَرد کے ہاتھ میں ہے اور وہ جب چاہے اسے کھول سکتا ہے' لیکن اگر نکاح کے بعد خلوت میں ملاقات نہ ہوئی ہو اور مَرد طلاق دے دے تو اس صورت میں اسے قانوناً تو نصف مہر ادا کرنا ہو گا' لیکن اللہ نے مَرد کو عورت پر جو فضیلت دی ہے مَرد اس کو نظرانداز نہ کرے' بلکہ اس کی رعایت کرے اور پورا مہر ادا کرے' یہ طرزِ عمل تقویٰ کے زیادہ قریب ہے ـــــ مَرد کی فضیلت کی دلیل اس آیت میں بھی موجود ہے۔

(جاری ہے)

حواشی

(۱) صحیح البخاری' کتاب الادب' باب من احق الناس بحسن الصحبة

(۲) صحیح البخاری' کتاب فی الاستقراض واداء الدیون .... باب ماینھی عن اضاعة المال' و کتاب الادب' باب عقوق الوالدین من الکبائر۔ صحیح مسلم' کتاب الاقضیة' باب النھی عن کثرة المسائل من غیر حاجة

(۳) یہ اشعار کتاب کے آخر میں بطور ضمیمہ شامل ہیں۔

(۴) صحیح مسلم' کتاب البر والصلة والاداب' باب فضل الاحسان الی البنات

(۵) حوالہ سابقہ

(۶) صحیح مسلم' کتاب الرضاع' باب خیر متاع الدنیا المراة الصالحة

(۷) سنن الترمذی' کتاب الرضاع' باب ما جاء فی حق المرءة علی زوجھا ومسند احمد

(۸) سنن الترمذی' کتاب المناقب عن رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم' باب فضل ازواج النبی ﷺ

(۹) سنن ابن ماجه' کتاب النکاح' باب ضرب النساء

(۱۰) مَرد و زن کی مساوات کی جو بحث آج کل اخبارات میں چل رہی ہے اس میں اس دور کی چند "مفسراتِ قرآن" نے اس آیت کے صرف اس حصے ﴿ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِىْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ﴾ کو بنیاد بنا کر اس بات پر پورا زور استدلال صرف کیا ہے کہ قرآن تو مرد و عورت کی مساوات کا قائل ہے' یہ تو رجعت پسند لوگوں کی من گھڑت تاویل ہے کہ مرد کو عورت پر بالادستی حاصل ہے۔ ان "مفسرات" کو آیت کا اگلا حصہ ﴿ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ

دَرَجَةٌ ﴾ قرآن میں نظر نہیں آیا۔ یہ بالکل اسی نوع کی جسارت ہے جیسے کوئی بدبخت "لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ" سے یہ استدلال کرے کہ قرآن تو نماز کے قریب جانے سے منع کرتا ہے اور "اَنْتُمْ سُکٰرٰی" والے حصے کو چھوڑ دے۔ ایسی جسارت اس معاملے میں بھی کی گئی ہے کہ اگلے حصے ﴿ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ﴾ "اور مردوں کو عورتوں پر ترجیح حاصل ہے" کو چھوڑ کر مرد و زن کے کامل مساوات کے نظریئے کو قرآن سے منسوب کیا گیا ہے۔ یہ اللہ کی کتاب کے ساتھ بہت بڑی گستاخی ہے جو تجدد پسند اور مغرب کے ذہنی غلاموں کی طرف سے کی جا رہی ہے۔ ﴿ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا ﴾

(حاشیہ از شیخ جمیل الرحمٰن مرحوم' ۱۹۸۲)

(۱۱) صحیح البخاری' کتاب الجمعة' باب الجمعة فی القری والمدن اور دیگر مقامات۔ صحیح مسلم' کتاب الامارة' باب فضیلة الامام العادل....

(۱۲) سنن ابی داؤد' کتاب اللباس' باب فی لباس النساء۔ سنن الترمذی' کتاب الادب عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' باب ما جاء فی المتشبهات بالرجال من النساء

(۱۳) سنن ابی داود' کتاب اللباس' باب فی لباس النساء

(۱۴) جہیز اور بارات کے طعام کی جو رسوم ہمارے معاشرے میں رائج ہیں ان کا اسلام سے دُور کا بھی تعلق نہیں ہے۔ یہ رسوم اپنی روح اور عمل دونوں اعتبارات سے خالص ہندوانہ ہیں۔

(۱۵) سنن ابی داؤد' کتاب الطلاق' باب فی کراهية الطلاق۔ سنن ابن ماجه' کتاب الطلاق

امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کے بعض ذاتی اور مالی و معاشی کوائف پر مشتمل

حسابِ کم و بیش

کا نیا ایڈیشن جسے update کرنے کی خاطر امیر تنظیم کی چار صفحات پر مشتمل ایک تازہ تحریر "پس نوشت" اور نائب امیر کا تحریر کردہ مختصر "ضمیمہ" کا اضافہ کر دیا گیا ہے'

چھپ کر آ گیا ہے اور مکتبہ انجمن سے حاصل کیا جا سکتا ہے

دبیز سفید کاغذ' صفحات 68' عمدہ طباعت' قیمت فی نسخہ -/15 روپے

انسان کا مقصد تخلیق

تحریر: محبوب الحق عاجز

نصب العین کی ضرورت

فرد ہو یا کوئی قوم' جب اس کے سامنے کوئی مقصد نہ رہے تو وہ. بے راہ اور بے لگام ہو جاتی ہے۔ منزل کے متعین کیے بغیر چلتے چلے جانے کا نتیجہ تھکن اور پچھتاوے کے سوا کچھ نہیں نکلتا۔ تھکن مایوسی کو جنم دیتی ہے۔ مایوسی انسانی اعصاب اور قویٰ کو تباہ کر کے اسے غیر معمولی منفی رجحانات پر آمادہ کرتی ہے اور حزن اور ڈپریشن کا مریض بنا دیتی ہے۔ ہمارے معاشرے میں انفرادی سطح پر غیظ و غضب' انتقام کے جذبات' بد اعتمادی' نادیدہ خوف' اعصابی تناؤ' تیز میوزک سننے اور خودکشی کے بڑھتے ہوئے رجحانات اسی مایوسی کے نتائج ہیں۔ اسی طرح اجتماعی میدان میں قتل و غارت' لوٹ کھسوٹ' طبقاتی منافرت اور مذہبی انتہا پسندی بے مقصدیت کے نتیجے میں پیدا ہونے والی مایوسی اور ڈپریشن کے پرتو ہیں۔

اسلامی زندگی کا نصب العین: عبادت

ہر مذہب اور نظریۂ زندگی اپنے پیروؤں کے سامنے ایک واضح نصب العین پیش کرتا ہے اور ان سے تقاضا کرتا ہے کہ وہ تمام زندگی اس کے حصول کی جدوجہد میں لگے رہیں۔ آخری اور کامل دین اور جہانی نظریہ ہونے کی حیثیت سے اسلام نے بھی اپنے ماننے والوں کے سامنے ایک جامع نصب العین پیش کیا ہے۔ قرآن حکیم کے بیان کے مطابق انسان کی انفرادی زندگی کا یہ نصب العین اللہ تعالیٰ کی بندگی و عبادت ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرٰى تَنفَعُ الْمُؤْمِنِينَ ○ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ○﴾ (الذاریات: ۵۵'۵۶)

''(اے نبیؐ!) آپ نصیحت کریں کہ یہ نصیحت مؤمنوں کو فائدہ دے گی۔ اور (وہ یہ کہ) میں نے جن اور انسان صرف اس لئے پیدا کئے ہیں کہ وہ میری عبادت کریں۔''

اسی طرح جبیر بن نفیر' جو تابعی ہیں' سے مروی مرسل حدیث ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : ((مَا اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنْ اَجْمَعَ الْمَالَ وَاَکُوْنَ مِنَ التَّاجِرِیْنَ ، وَلٰکِنْ اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنْ : سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ وَکُنْ مِّنَ السَّاجِدِیْنَ' وَاعْبُدْ رَبَّکَ حَتّٰی یَاْتِیَکَ الْیَقِیْنُ))

(مشکوٰۃ شریف' کتاب الرقاق)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میرے پاس یہ وحی نہیں آئی کہ مال جمع کروں اور سوداگر بنوں' بلکہ یہ وحی آئی ہے کہ: اپنے رب کی تسبیح کر اس کی خوبیوں کے ساتھ اور سجدہ کرنے والا بن' اور مرتے دم تک اپنے رب کی عبادت کرتا رہ۔''

عبادت: ایک دائمی نصب العین

قرآن حکیم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام انبیاء و رُسل نے اپنی قوم کو اللہ کی عبادت کی تلقین کی۔ بہت سی قرآنی سورتوں' خاص طور پر سورۂ اعراف' سورۂ سجدہ اور سورۂ ہود میں اس کا تفصیلی ذکر ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ اے میری قوم! میں تمہاری طرف نذیر (خبردار کرنے والا) بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ میری پکار یہ ہے: ﴿......اَنْ لَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اللّٰهَ...... ﴾ کہ تم اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرو۔ قوم عاد کی طرف حضرت ہود علیہ السلام کو مبعوث کیا گیا۔ انہوں نے بھی اپنی قوم سے یہی مطالبہ کیا:

﴿یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ ...﴾ (ھود: ۵۰)

''اے میری قوم! تمہارا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے' پس اسی کی عبادت و بندگی کرو''۔

صالح علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے قوم ثمود کی طرف نبی بنا کر بھیجا۔ آپؑ نے قوم سے یہی کہا:

﴿یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ هُوَ اَنْشَاَکُمْ مِّنَ الْاَرْضِ

وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيهَا فَاسْتَغْفِرُوهُ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ ﴾ (ھود: ٦١)

''اے میری قوم! اللہ ہی کی عبادت کرو' اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ اسی نے تم کو زمین سے بنایا اور اس میں آباد کیا۔ پس اس سے گناہوں کو بخشواؤ اور اس کی طرف رجوع کرو۔''

بنی اسرائیل کی طرف حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام مبعوث ہوئے۔ آپ نے اس سرکش قوم کو اسی بندگی کی دعوت دی اور فرمایا:

﴿يٰبَنِيْ اِسْرَآءِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ﴾ (المائدة: ٧٢)

''اے اولادِ یعقوب! اللہ ہی کی بندگی کرو جو میرا اور تمہارا رب ہے''۔

اس کے علاوہ بھی تمام انبیاء ورُسل نے اپنی اپنی قوم کو یہی سبق یاد دلایا۔ سورۂ بینہ میں فرمایا گیا:

﴿وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ...... ﴾ (البينة: ٥)

''ان (اہل کتاب) کو یہی حکم ہوا تھا کہ اللہ ہی کی بندگی کریں' اس کے واسطے بندگی کو خالص کرتے ہوئے......''

انبیاء و رُسل کی دعوتِ حق سے واضح ہوا کہ اسلام کا پیش کردہ نصب العین ''بندگی'' تمام نبیوں کی دعوت کی بنیاد اور عنوان رہا ہے۔ گویا یہ ایک دائمی نصب العین ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ روزِ اول سے دین' اسلام ہی رہا ہے۔ اصولِ دین میں کبھی اختلاف نہیں ہوا' اختلاف صرف شریعتوں اور مناہج میں رہا ہے اور وہ بھی اس لئے تاکہ زمانے کے بدلتے ہوئے تقاضوں سے عہدہ برآ ہوا جاسکے۔

عبادت کا معنی ومفہوم

عبادت کی بحث میں ایک اہم سوال یہ ہے کہ عبادت کا معنی ومفہوم کیا ہے؟

عبادت کا لفظ ''ع ب د'' مادہ سے باب نصر کا مصدر ہے۔ اس کے لغوی معانی کسی ہستی کے سامنے جھک جانے' بندگی کرنے اور بچھ جانے کے آتے ہیں۔ عربی زبان میں کہتے ہیں: ''الطریق المُعَبَّد'' جس سے مراد وہ راستہ ہے جو لوگوں کے چلنے کی وجہ سے خوب پامال ہو جائے' اور وہ اس پر آسانی سے چلیں پھریں۔ اسی طرح اس اونٹ کو ''البعیر المُعَبَّد'' کہا جاتا ہے جو اپنے مالک کا حد درجہ مطیع ہو اور اس

کے چشم و ابرو کے اشاروں پر چلتا ہو۔

شریعت کی اصطلاح میں عبادت سے مراد ''اللہ کی محبت کے جذبہ سے سرشار ہو کر اس کی اطاعت بجالانا ہے۔'' علامہ ابن قیمؒ عبادت کی تعریف یوں کرتے ہیں:

العبادة تجمع بين اصلين: غاية الحب مع غاية الذل

یعنی عبادت دو چیزوں کا مجموعہ ہے: اللہ تعالیٰ کی محبت کے ساتھ اس کے سامنے حد درجہ تذلل۔

امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

لفظ العبودية يتضمن كمال الذل و كمال الحب

یعنی ''عبادت'' کا لفظ حد درجہ کے تذلل اور حد درجہ کی محبت کو شامل ہے۔

عبادت کے اجزائے ترکیبی

عبادت کی لغوی اور اصطلاحی تشریح سے واضح ہوتا ہے کہ یہ دو اجزاء سے مرکب ہے: محبت اور اطاعت۔

محبت اور اطاعت دونوں عبادت کے ناگزیر اجزائے ترکیبی ہیں اور دونوں ایک دوسرے کے بغیر نامکمل ہیں۔ عارفانِ شریعت نے ''محبت بغیر اطاعت'' اور ''اطاعت بغیر محبت'' دونوں صورتوں کو ''بدعت'' قرار دیا ہے۔ چنانچہ عبادت کا اطلاق دونوں کے مجموعہ پر ہوگا' کسی ایک کو صحیح معنوں میں عبادت نہیں کہا جائے گا۔

اطاعت: اطاعت کے بغیر محبت خداوندی کا دعویٰ کرنا اپنے آپ کو دھوکا دینے کے مترادف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں نبی کریم ﷺ کے ذریعے اس بات کا اعلان فرمادیا کہ:

﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ﴾ (آل عمران : ۳۱)

''اے نبی! آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے واقعی محبت کرنے والے ہو تو میری اتباع کرو' اللہ تم سے محبت کرے گا۔''

آیت کا مفہوم و مدعا یہ ہے کہ اللہ کی محبت کا دعویٰ نبی ﷺ کی اطاعت کے بغیر ثابت نہیں ہوتا۔ چونکہ نبی اللہ تعالیٰ کا پیغامبر اور نمائندہ ہوتا ہے' وہ اللہ کے احکامات کو ہی بندوں تک پہنچاتا ہے' اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کہتا ﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝

﴿اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰیo﴾ اس لئے اس کی اطاعت حقیقت میں اللہ ہی کی اطاعت ہوتی ہے۔ سورۂ نساء میں فرمایا:

﴿مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ﴾ (النساء: ۸۰)

''جس نے رسولؐ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔''

عبادت کے لئے محبت کے ساتھ اطاعت اس لئے بھی ناگزیر ہے کہ اس کے بغیر شریعت کے عادلانہ احکامات اور پاکیزہ تعلیمات کا وجود ہی غیر ضروری ہو جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر عبدیت کے اظہار کے لئے محبت ہی کافی ہوتی تو اس قدر تفصیلی احکامات اور ہدایات' جو قرآن اور حدیث میں دیئے گئے ہیں' ان کا کوئی مقصد نہ ہوتا۔

محبت: عبادت و بندگی کے ضمن میں اطاعت ہی کی طرح محبت کا معاملہ ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اپنے نفس کو اطاعت الٰہی کا خوگر بنانا اور اسے اسلام کے عملی تقاضوں کی تعمیل پر آمادہ کرنا ایک مشکل کام ہے۔ بقول اقبال ؎

چو می گویم مسلمانم بہ لرزم
کہ دانم مشکلاتِ لا الٰہ را

تاہم اگر اطاعت کے ساتھ محبت کی چاشنی نہ ہو' خشوع و خضوع نہ ہو تو مجبوری کی اطاعت کماحقہ عبادت کا مقام حاصل نہ کر پائے گی۔ وہ بے روح عبادت ہو گی' جس کے اثرات و نتائج انسانی شخصیت و کردار پر مرتب نہ ہو سکیں گے۔ نماز ہی کو دیکھیں' جو دین کا ستون ہے اور قبولیت اسلام کے بعد مسلمان سے پہلا مطالبہ ہے' اگر اسے اس کے جملہ ارکان و شرائط' خشوع و خضوع' محبت اور اشتیاق کے ساتھ ادا نہ کیا جائے تو اس کے روحانی اثرات و ثمرات ظاہر نہ ہوں گے۔ اور اگر نماز کا مثبت اثر نہیں ہوتا' یعنی وہ برائیوں سے نہیں روکتی تو بعض احادیث کے مطابق وہ قبولیت ہی سے محروم رہتی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد نقل فرماتے ہیں:

((مَن لم تنھہ صلوتہ عن الفحشاء والمنکر لم یَزْدِدْ ربھا من اللہ الا بُعدا))

''جس کی نماز نے اسے فحش اور برے کاموں سے نہ روکا' اس کی نماز نے اسے

اللہ تعالیٰ سے اور زیادہ دور کر دیا۔"

اسی طرح عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

((من لم تنهه صلاته عن الفحشاء و المنكر فلا صلاة له))

"جسے اس کی نماز نے فحش اور برے کاموں سے نہ روکا اس کی کوئی نماز نہیں ہے"۔ (ابن ابی حاتم' طبرانی)

اسی حقیقت کی ترجمانی علامہ اقبال نے اپنے اس شعر میں کی ہے ؎

شوق اگر ترا نہ ہو میری نماز کا امام
میرا سجود بھی حجاب' میرا قیام بھی حجاب

اور ماہر القادری کے بقول ؎

جو سجدے میں دل بھی جھکے گا نہ ماہر
وہ کچھ اور شے ہے عبادت نہ ہو گی!

عبادت کا مسخ شدہ تصور

عبادت ایک وسیع تصور ہے' لیکن بدقسمتی سے دین' ہجرت اور جہاد کی ہمہ گیر اصطلاحات ہی کی مانند اس کے وسیع تصور کو بھی محدودیت کا جامہ پہنا دیا گیا ہے۔ لوگوں کا گمان ہے کہ بندگی و عبادت سے مراد وہ امور ہیں جنہیں عرفِ عام میں عبادات کا نام دیا جاتا ہے' مثلاً نماز' روزہ' حج اور زکوٰۃ یا ذکر و اذکار وغیرہ۔ چنانچہ انہی کی بجا آوری ایک مسلمان کا نصب العین قرار پائی اور ان مراسم عبودیت کے علاوہ انسانی زندگی کے باقی معاملات دنیاداری قرار پا کر عبادت کے دائرہ سے خارج سمجھ لئے گئے۔

یہ عبادت کا غلط اور مسخ شدہ تصور ہے۔ اس لئے کہ قرآن حکیم "عبادت" کو حیاتِ انسانی کا واحد مقصد قرار دے رہا ہے اور اہل علم بخوبی جانتے ہیں کہ اصل مقصد اور نصب العین وہ ہوتا ہے جو کسی بھی لمحہ اور کسی حالت میں بھی نظروں سے اوجھل نہ ہونے پائے' جبکہ نماز' روزہ' حج و زکوٰۃ کا معاملہ یہ ہے کہ اگرچہ یہ اسلام کی اساسات

ہیں، دین کی پوری عمارت انہی پر استوار ہے، تاہم مخصوص اوقات کے ساتھ وابستہ ہیں، زندگی کے تمام اوقات اور جملہ حالتوں پر محیط نہیں۔ علامہ طاہر القادری فرماتے ہیں:

☆ اگر ''عبادت'' سے مراد محض نماز ہو تو وہ دن میں صرف پانچ وقت کے لئے فرض ہے، بقایا اوقات میں نہیں۔ اس طرح یہ تصور لازم آئے گا کہ باری تعالیٰ نے دن رات کے چوبیس گھنٹوں میں سے صرف چند لمحات پانچ نمازوں کے لئے مقرر کر کے انسان کو اپنے مقصد اور نصب العین کی طرف متوجہ کیا اور باقی سارا وقت اسے اصل مقصد تخلیق سے بے نیاز ہو کر گزارنے کے لئے چھوڑ دیا۔

☆ اگر عبادت سے مراد محض روزہ ہو تو وہ سال میں صرف ایک ماہ کے لئے فرض ہے، بقایا مہینوں میں نہیں۔ اس طرح یہ تصور لازم آئے گا کہ باری تعالیٰ نے سال کے بارہ مہینوں میں سے صرف ایک ماہ کے لئے انسان کو اپنے مقصد اور نصب العین کی طرف متوجہ کیا اور باقی سارے عرصے میں اسے اصل مقصد سے صرفِ نظر کرنے کی اجازت دے دی۔

☆ اگر عبادت سے مراد محض زکوٰۃ ہو تو وہ بھی سال میں صرف صاحب نصاب کے لئے ایک مرتبہ فرض ہے۔ اس طرح بقیہ عرصہ میں اور دیگر لوگوں کے لئے اپنے مقصد تخلیق کی طرف متوجہ ہونے کی صورت باقی نہ رہی۔

☆ اگر عبادت سے مراد حج ہو تو وہ بھی صاحب استطاعت کیلئے عمر بھر میں صرف ایک مرتبہ فرض ہے۔ تو کیا بقایا عمر مقصد حیات سے صرفِ نظر کرتے ہوئے بسر ہوگی؟

اگر ارکانِ اسلام کے علاوہ دیگر جملہ عبادات کو بھی شامل کر لیا جائے تو وہ ساری کی ساری مل کر بھی پوری زندگی کے ایک ایک لمحے پر محیط نہیں ہو سکتیں۔

(بحوالہ ''منہاج الافکار'' جلد اول، ص ۱۷۵)

خوف ناک نتائج

حقیقت تو یہ ہے کہ عبادت و بندگی کا مروجہ مسخ شدہ تصور اسلامی معاشرہ پر مسیحی رہبانیت اور عجمی تصوف کے خوف ناک اثرات کا نتیجہ ہے۔ اسی تصور نے اسلامی سوسائٹی میں انتہا درجے کے عدم توازن اور بے اعتدالیوں کو جنم دیا ہے۔ دینی زندگی

اختیار کرنے والوں کی اکثریت کا حال یہ ہے کہ وہ عبادات کے طور پر نماز اور ذکر و اذکار' یا زیادہ سے زیادہ ارکانِ اسلام کی بجا آوری پر اکتفا کرتے ہیں۔ ان کی زندگی میں اخلاقیات کے ارفع اصول' باہمی معاملات میں اسلام کے ضوابط' عائلی اور خاندانی زندگی سے متعلقہ اطمینان بخش ہدایات' معاشرت کے پاکیزہ آداب اور معیشت کی بابت اسلام کے فطری احکامات اکثر و بیشتر تشنۂ تعمیل رہتے ہیں۔ یہ لوگ نمازیں پڑھتے ہیں' روزے رکھتے ہیں اور حج بھی کر لیتے ہیں' لیکن ان کی زندگی کا رخ نہیں بدلتا' ان کے زاویۂ نگاہ میں تبدیلی نہیں آتی' ان کے فکر و عمل میں تغیر رونما نہیں ہوتا' اخلاق و معاشرت کے میدان میں جھوٹ' وعدہ خلافی' بددیانتی' حسد' انتقام اور ظلم و زیادتی ان کا پیچھا نہیں چھوڑتے' معیشت کے باب میں حلال کمائی کی انہیں فکر نہیں ہوتی۔ وہ سود' رشوت' ملاوٹ اور غبن کے ذریعے دولت جمع کرتے رہتے ہیں۔ انہیں اس بات کا یکسر دھیان نہیں ہوتا کہ شارح اسلام نے سود کو ماں سے بدکاری کے مثل قرار دیا ہے' راشی اور مرتشی کو جہنمی بتایا ہے' ملاوٹ کو اپنی امت اور ملت سے خارج ہونے کا سبب قرار دیا ہے' ظلم و زیادتی کو آخرت کے اندھیروں میں سے ایک اندھیرا کہا ہے اور وعدہ خلافی کو منافیٔ ایمان اور بددیانتی کو بے دینی فرمایا ہے۔

اسلام تو اپنے پیروؤں میں صرف اللہ تعالیٰ سے ڈرنے اور اس کے سوا کسی سے نہ ڈرنے کا ناقابل شکست جذبہ پیدا کرتا ہے۔ وہ حق بات کہنے اور حق و صداقت کی حمایت میں باطل سے لڑ جانے کی بے پناہ قوّت فراہم کرتا ہے۔ لیکن نہ جانے ان لوگوں کی دین داری کیسی ہے کہ ان میں حق گوئی' مظلوم کی حمایت اور ظالم کا ہاتھ پکڑنے کی جرأت پیدا نہیں ہوتی' مصلحتیں اور ظالم و فاسق لوگوں کا خوف اکثر ہی اظہارِ حق کی راہ میں رکاوٹ بن جاتے ہیں۔ حالانکہ نبی کریم ﷺ کا واضح فرمان ہے کہ: ''جب کسی کو حق بات معلوم ہو تو اس کے کہنے میں انسانوں کا خوف مانع نہیں ہونا چاہئے۔''

عبادت کا وسیع تصور

اسلام عبادت کے مروجہ محدود تصور کے برعکس ایک ہمہ گیر تصور پیش کرتا ہے۔

اس کے مطابق صحت نیت کے ساتھ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے بتائے ہوئے طریقہ پر کئے جانے والے تمام اعمال ہی عبادت شمار ہوتے ہیں' چاہے وہ بظاہر دنیاوی معاملات ہی کیوں نہ خیال کئے جاتے ہوں۔ عبادت و نیکی کا یہ جامع تصور سورۂ بقرہ کی آیت ۱۷۷' جسے آیۂ بر کہا جاتا ہے' میں پیش کیا گیا ہے۔ فرمایا:

﴿لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِى الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَالصّٰبِرِيْنَ فِى الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ۝﴾

''(مسلمانو!) نیکی یہی نہیں ہے کہ تم (نماز کے وقت) اپنے چہرے مشرق کی جانب کرلو یا مغرب کی طرف' بلکہ اصل نیکی تو اُن لوگوں کی ہے جو اللہ پر' روز آخرت پر' فرشتوں پر' (آسمانی) کتابوں پر اور پیغمبروں پر ایمان لائے' اور اللہ کی محبت میں اپنا مال رشتہ داروں' یتیموں' مسکینوں' مسافروں اور سائلوں کو دیا اور غلاموں کی رہائی پر (خرچ کیا)' اور نماز قائم کرتے اور زکوٰۃ دیتے رہے' اور جب قول و قرار کر لیا تو اپنے قول کے پورے کرنے والے اور تنگی اور مصیبت اور (حق و باطل کی) جنگ میں صبر کرنے والے (ثابت ہوئے) یہی لوگ ہیں جو (اپنے دعوئ اسلام میں) سچے ہیں اور یہی لوگ متقی ہیں۔''

آیت میں بتایا گیا ہے کہ درج ذیل امور عبادت اور نیکی کے دائرہ کار میں آتے ہیں:

<u>ایمانیات</u>: یہ عبادت کی اصل' بنیاد اور روح ہیں۔ کیونکہ ان بنیادی صداقتوں پر یقین کئے بغیر کوئی بھی عمل چاہے کتنا ہی اچھا کیوں نہ ہو' عبادت کا مقام نہیں پا سکتا۔

<u>انسانی ہمدردی</u>: انسانوں کے ساتھ حسن سلوک کرنا' ان کے کام آنا اور ان کی بھلائی میں اپنی جان و مال خرچ کرنا بہت بڑی عبادت ہے۔

<u>مراسم عبودیت</u>: عبادت کی بحث میں' نماز اور زکوٰۃ وغیرہ جو ارکان اسلام میں سے ہیں' حد درجہ اہمیت کی حامل ہیں۔ ارکانِ اسلام پر ہی اسلام کی عمارت کھڑی کی گئی

ہے۔ ان میں سے خاص مقام نماز کو حاصل ہے' جسے دین کا ستون اور ملت اسلام اور کفر کے درمیان وجہ امتیاز قرار دیا گیا ہے۔

<u>اخلاقیات</u>: اعلیٰ اخلاقی اصولوں کی پیروی بھی عبادت کا حصّہ ہے۔ اخلاقیات میں سے ایک اہم قدر ایفائے عہد ہے' جو انسانی شخصیت کے استحکام اور مضبوطی کو ظاہر کرتا ہے' محولہ بالا آیت میں اس کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ راہِ حق میں پیش آنے والے مصائب و مشکلات کو خندہ پیشانی سے جھیلنا اور کسی قسم کا حرفِ شکایت زبان پر نہ لانا بھی عزیمت کے کاموں میں سے ہے' جو اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے۔ جس کا ذکر ﴿وَالصّٰبِرِيْنَ فِى الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّاءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ﴾ میں کیا گیا ہے۔

انسانی ہمدردی عبادت ہے

واضح ہوا کہ خلوص و اخلاص کے ساتھ صحیح طریقہ پر کیا گیا ہر کام ہی عبادت ہے۔ مراسم عبودیت بھی عبادات ہیں' انسانی ہمدردی بھی اظہارِ عبدیت کا ذریعہ ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اس شخص کو ''خیر الناس'' قرار دیا ہے جو لوگوں کو نفع پہنچاتا ہے۔ بلکہ یہاں تک فرمایا گیا ہے کہ اگر کوئی انسان نماز' روزہ میں تو بہت فعال ہے لیکن لوگوں پر زیادتی کرتا ہے تو آخرت میں اس کے تمام اچھے اعمال بدلہ کے طور پر مظلومین کو دے دیئے جائیں گے اور اس شخص کو جہنم میں جھونک دیا جائے گا۔ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

> ''کیا تم جانتے ہو کہ دیوالیہ اور مفلس کون ہے؟'' لوگوں نے کہا کہ مفلس تو ہمارے ہاں وہ کہلاتا ہے کہ جس کے پاس نہ تو درہم و دینار ہوں اور نہ کوئی دوسرا سامان۔ آپؐ نے فرمایا: ''میری امت کا مفلس اور دیوالیہ وہ ہے کہ جو قیامت کے دن اپنی نماز' روزہ اور زکوٰۃ کے ساتھ حاضر ہوگا' اور اس کے ساتھ ساتھ اس نے دنیا میں کسی کو گالی دی ہوگی' کسی پر تہمت لگائی ہوگی' کسی کا مال کھایا ہوگا' کسی کا خون بہایا ہوگا۔ ان تمام مظلوموں میں اس کی نیکیاں بانٹ دی جائیں گی۔ پھر اگر اس کی نیکیاں ختم ہوگئیں اور مظلوموں کے حقوق ابھی باقی رہے تو ان کی برائیاں اس کے حساب میں ڈال دی جائیں گی' اور پھر اسے جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔'' (ابو ہریرہ' مسلم)

عبداللہ بن مبارکؒ کا واقعہ

عبادت کے باب میں ''انسانی ہمدردی'' کی اہمیت کا اندازہ اس حدیث سے بھی ہو جاتا ہے کہ جس میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ: ''وہ شخص مؤمن نہیں جو خود تو سیر ہو کر کھانا کھاتا ہے اور اس کا پڑوسی بھوکا سوتا ہے۔'' اس ضمن میں مشہور محدث اور بزرگ عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ علیہ کا واقعہ ہمارے لئے لمحہ فکریہ ہے۔ عبداللہ بن مبارک کعبۃ اللہ کے پاس سوئے ہوئے تھے۔ خواب میں آپ نے دو فرشتوں کو گفتگو کرتے دیکھا۔ ایک فرشتے نے کہا: کچھ پتہ ہے اس سال کتنے لوگ حج پر آئے ہیں؟ دوسرے نے جواب دیا: چھ لاکھ۔ پہلے فرشتے نے دوسرا سوال کیا: پھر یہ بتاؤ کہ کتنوں کا حج قبول ہوا؟ جواب ملا: کیا خبر کسی کا حج قبول ہوا بھی یا نہیں! اس کا جواب سن کر عبداللہ بن مبارک کو بڑا افسوس ہوا۔ وہ سوچنے لگے کہ اتنے سارے لوگ نہ جانے کہاں کہاں سے آئے ہیں' کیا ان بے چاروں کی محنت یوں ہی اکارت چلی جائے گی۔ اسی اثناء میں دوسرے فرشتے نے کہا: دمشق میں ایک موچی ہے' اس کا نام ہے علی بن الموفق' وہ حج کو نہیں آ سکا' لیکن بارگاہ ربّ العزت میں اس کی نیت قبول ہو چکی ہے۔ نہ صرف اسے حج کا ثواب ملے گا' بلکہ اس کے طفیل یہ سب حاجی بخشے جائیں گے۔

ابن مبارک خواب سے اٹھے تو جی میں ٹھان لیا کہ دمشق جاؤں گا اور اللہ کے اس بندے سے ضرور ملوں گا جس کی فقط نیت کا اتنا بڑا اجر ہے۔ قربانی کے سلسلے میں حکم آیا تو ارشاد ربانی ہوا: ﴿وَلٰكِنْ يَنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ﴾ اللہ تک گوشت اور خون نہیں' بلکہ تقویٰ پہنچتا ہے۔ یعنی نیت اور اخلاص ہی کا اجر ہے۔

دمشق پہنچ کر ابن مبارک اس کے گھر پہنچے' آواز دی' ایک شخص نکلا۔ آپ نے اس سے اس کا نام پوچھا۔ جواب ملا: علی بن الموفق۔ ابن مبارک نے پھر پوچھا: آپ کیا کام کرتے ہیں؟ جواب ملا: موچی ہوں۔ پھر اس نے ابن مبارک سے ان کا نام پوچھا۔ باتیں شروع ہوئیں تو ابن مبارک نے کہا: کچھ اپنا حال تو سنایئے۔ اس نے کہا: حضرت! تیس سال سے صرف اس آرزو میں جی رہا ہوں کہ حج کروں۔ اس مدت میں ایک ایک درہم جوڑ جوڑ کے تین ہزار درہم جمع کئے تھے اور بفضل اللہ تعالیٰ اس قابل ہو

گیا تھا کہ اس سال حج کے لئے نکل سکوں، لیکن اللہ کی مرضی میں اپنی نیت پوری نہ کر سکا۔ عبداللہ بن مبارک نے پوچھا کہ کوئی تو بات ہوگی کہ آپ نکل نہ سکے۔ جواب ملا ہاں۔ میں نے آپ کو بتایا نا کہ اللہ کی مرضی نہ تھی۔ ابن مبارک نے اصرار کیا تو نیکی کو ظاہر نہ کرنے والے نیک بندے نے کہا: میرا ایک ہمسایہ ہے، ایک دن میں اس کے پاس گیا، وہ لوگ کھانے کو بیٹھے تھے، میرے ہمسائے نے مجھ سے کہا: افسوس میں تمہیں اپنے ساتھ کھانے میں شریک نہیں کر سکتا، پچھلے تین روز سے میرا اور میرے بیوی بچوں کا فاقہ تھا، مجبور ہو کر ہم نے ایک مردار گدھے کا گوشت کاٹ کر پکایا ہے، تم اسے نہیں کھا سکتے، تمہارے لئے یہ حرام ہے۔ علی بن الموفق نے کہا: یہ سن کر میرا دل ایسا بھر آیا کہ کیا بیان کروں! میں فوراً اٹھا اور گھر گیا۔ وہ تین ہزار درہم جو میں نے حج کے لئے اکٹھے کر رکھے تھے، لا کر اس کے حوالے کئے۔ میں بھی فاقے کر کے رقم بچاتا تھا کہ اپنی آرزو پوری کروں، لیکن مجھے خیال آیا کہ پڑوسیوں کی زندگی بچانا بھی حج سے کم نہیں۔ بہر حال میری آرزو ہے کہ دیارِ حبیب کی زیارت کروں۔ فرشتے نے جو کچھ کہا تھا اس کی حقیقت معلوم ہو گئی تو ابن مبارک سے رہا نہ گیا۔ انہوں نے علی بن الموفق کو اپنے خواب کی روداد سنائی۔

اکلِ حلال بھی عبادت ہے

کسب معاش بظاہر ایک دُنیوی معاملہ ہے۔ دنیا کے ہر شخص کو خواہ وہ کسی بھی مذہب و ملت اور رنگ و نسل کا ہو، اپنا اور اپنے بال بچوں کا پیٹ پالنے کے لئے معاشی جدوجہد کرنی ہی پڑتی ہے۔ اگر وہ ایسا نہ کرے تو اس کے جسم و جان کا تعلق باقی نہیں رہ سکتا۔ لیکن مسلمان کے لئے یہ ایک ناگزیر دینی ضرورت ہے۔ اہل خانہ کی کفالت مرد کی ذمہ داری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اگر کسی شخص کو فرض نماز کے بعد کثرتِ نوافل میں مشغول پاتے تو پکڑ کر باہر نکال دیتے اور سرزنش کرتے ہوئے کہتے کہ: جاؤ اپنی عائلی و خانگی، سماجی و معاشرتی زندگی اور کاروبارِ روزگار سے متعلق ذمہ داریاں ادا کرو! اللہ نے تم پر مخلوق کے حقوق بھی عائد کئے ہیں، ان کی ادائیگی کی فکر کرو!

جب ایک بندۂ مؤمن اپنی معاشی ضروریات کی تکمیل کے لئے حلال وحرام کا خیال رکھتے ہوئے جائز ذرائع سے پاک اور طیب کمائی کرتا ہے' اپنے فرائض منصبی کو انتہائی دیانت داری سے ادا کرتا ہے' اپنی اس تگ ودو کے دوران ہر ہر مرحلہ میں اللہ ہی کی رضا کو پیش نظر رکھتا ہے' تو اس کی یہ جدوجہد بھی عینِ عبادت بن جاتی ہے۔ نبی کریم ﷺ کی ایک حدیث ہے:

''ایک دن حضور ﷺ کے پاس سے گزر کر ایک نوجوان ایک دکان کے اندر داخل ہوا۔ صحابہ (رضی اللہ عنہم) نے کہا: اے کاش! اس شخص کا یوں صبح سویرے نکلنا راہ حق میں ہوتا۔ آپؐ نے فرمایا: ''یوں نہ کہو۔ اگر اس کا جانا اس غرض سے ہے کہ وہ خود کو اور اپنے لواحقین کو محتاجی سے بچائے تو سمجھو کہ یہ راہِ حق ہی ہے۔ ہاں اگر اس کا مقصد فخر ونمائش اور لاف وگزاف کی خاطر دولت کی نمائش ہے تو وہ شیطان کی راہ پر گامزن ہے۔'' (کیمیائے سعادت' ص ۳۳۰)

اسی طرح آپ ﷺ کا ایک اور ارشادِ گرامی ہے:

''قیامت کے دن ایمان دار تاجر صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔'' (حوالہ مذکورہ)

ایک اور مقام پر آپؐ نے فرمایا:

''چار قسم کے لوگوں کو جنت کی خوشبو پانچ سو برس کی راہ سے آجائے گی۔ ان میں سے ایک شخص وہ ہے کہ جس کے بال بچے زیادہ ہوں اور وہ دن رات محنت اور مشقت کر کے ان کے لئے کسب حلال سے روٹی کمائے۔''

(تذکرۃ الواعظین ص ۲۱۴)

نبی کریم ﷺ نے ایک موقع پر اپنے صحابہؓ کے سامنے یہاں تک فرمایا کہ بعض گناہ ایسے بھی ہیں جن کی مغفرت کی کوئی صورت نہیں' سوائے اس کے کہ آدمی طلب معیشت کی فکر کرے اور حلال کمائی کا خیال رکھے۔ حدیث کے الفاظ ہیں:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((الذُّنُوْبُ ذُنُوْبٌ لا يُكَفِّرُها اِلَّا الهَمُّ فى طلبِ الْمَعِيْشَة))

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''گناہوں میں سے بعض گناہ ایسے ہیں جن کا کفارہ صرف طلب معیشت کی فکر ہی سے ہوسکتا ہے۔''

تصورِ عبادت کی وسعت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ جانوروں کے فضلہ کو صاف کرنا، جو بظاہر حقیر اور ادنیٰ کام ہے، بھی اس میں شامل ہو جاتا ہے، بشرطیکہ نیت رضائے الٰہی کا حصول ہو۔ بخاری شریف کی ایک روایت ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

''جہاد کی نیت سے پالے گئے گھوڑوں کی لید کو صاف کرنا بھی عبادت ہے۔''

بندگی کی پُرزور دعوت

اسلام نظری طور پر ہی بندگی کو انسانی زندگی کا مقصد قرار نہیں دیتا، بلکہ انسان سے پُرزور مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اپنی عملی زندگی کے نصب العین پر پوری دلجمعی کے ساتھ کاربند رہے۔ اپنی زندگی کی گاڑی کو اس ہموار اور پختہ نصب العین کی شاہراہ پر چلائے، اس کو چھوڑ کر دوسرے ٹیڑھے اور کچے راستوں کی طرف التفات نہ کرے۔ ہمہ وقت اور ہمہ تن رضائے الٰہی کی منزل پر پہنچنے کے لئے کوشاں رہے۔ سورۂ بقرہ میں فرمایا:

﴿یٰاَیُّھَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ o﴾ (آیت ۲۱)

''اے لوگو! عبادت کرو اپنے رب کی، جس نے تمہیں اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا، تاکہ تم میں تقویٰ پیدا ہو۔''

سورۂ بنی اسرائیل میں یہی بات انتہائی تاکیدی اسلوب میں یوں کہی گئی ہے:

﴿وَقَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِیَّاہُ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا﴾ (آیت ۲۳)۔

''اور تیرے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ تم اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین کے ساتھ احسان کرو!''

سورۂ حج میں فرمایا:

﴿یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ارْکَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا رَبَّکُمْ وَافْعَلُوا الْخَیْرَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ o﴾ (آیت ۷۷)

''اے ایمان والو! رکوع کرو، اور سجدہ کرو، اور عبادت کرو اور خیر کے کام کرو، تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔''

سورۂ آل عمران میں نبی ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اہل کتاب کو ''عبادتِ

رب'' کی مشترک بنیاد پر اسلام کی دعوت دیجئے۔فرمایا:

﴿قُلْ یٰاَھْلَ الْکِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَۃٍ سَوَآءٍ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰہَ...﴾ (آیت ۶۴)

''(اے نبی ﷺ!) کہہ دیجئے اہل کتاب سے کہ آؤ اس کلمہ کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے۔ (وہ یہ کہ) تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو......''

کنارے کی عبادت مطلوب نہیں

عبادت کے لئے ضروری ہے کہ انسان پوری زندگی اور اس کے تمام شعبوں اور جملہ معاملات میں اس نصب العین پر کار بند رہے۔ قرآن حکیم میں اہل اسلام کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اللہ کا تقویٰ اختیار کریں اور انہیں فرماں برداری ہی کی حالت میں موت آنی چاہئے۔ ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہم جزوی طور پر اپنے مالک کی بندگی کرتے ہیں' کلی طور پر اپنی جبین اس کے سامنے نیاز نہیں کرتے۔ طبیعت کے موافق دینی احکامات کی پیروی کرتے ہیں اور نفس پر گراں گزرنے والی اطاعت سے گریز کرتے ہیں۔ یہ روش کسی طور مناسب نہیں ہے۔ یہ کنارے کنارے کی بندگی ہے' جو منافقین کا طریقہ ہے۔ سورۂ حج میں باری تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّعْبُدُ اللّٰہَ عَلٰی حَرْفٍ ج فَاِنْ اَصَابَہٗ خَیْرُ نِ اطْمَاَنَّ بِہٖ ج وَاِنْ اَصَابَتْہُ فِتْنَۃُ نِ انْقَلَبَ عَلٰی وَجْھِہٖ ج خَسِرَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃَ ط ذٰلِکَ ھُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِیْنُ o﴾ (آیت ۱۱)

''اور (دیکھو) لوگوں میں سے کوئی ایسا بھی ہے جو کنارے پر (کھڑا ہو کر) اللہ کی عبادت کرتا ہے' اگر اسے کوئی فائدہ پہنچ گیا تو مطمئن ہو گیا اور اگر کوئی آزمائش آ لگی تو منہ پھیر کر (کفر کی طرف) چل دیا۔ اس نے دنیا (بھی) کھوئی اور آخرت بھی۔ یہی صریح خسارہ ہے۔''

اسی طرح سورۃ البقرۃ میں بنی اسرائیل کو تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا:

﴿اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْکِتٰبِ وَتَکْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ج فَمَا جَزَآءُ مَنْ یَّفْعَلُ ذٰلِکَ مِنْکُمْ اِلَّا خِزْیٌ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا ج وَیَوْمَ الْقِیٰمَۃِ یُرَدُّوْنَ اِلٰی اَشَدِّ

الْعَذَابِ ط﴾ (آیت ۸۵)

''کیا تم کتاب (تورات) کی بعض باتوں پر ایمان رکھتے ہو اور بعض کا کفر کرتے ہو؟ پھر تم میں سے جو کوئی یہ روش اختیار کرے تو اس کی سزا اس کے سوا کیا ہو سکتی ہے کہ ایسے آدمی کی دنیا کی زندگی میں رسوائی ہو اور آخرت میں وہ شدید ترین عذاب کی طرف لوٹا دیے جائیں۔''

اس طرز کی عبادت اللہ کی عبادت نہیں' اپنے نفس کی پرستش ہے۔ اس صورت میں انسان کا معبود خدا نہیں' اس کا نفس ہوتا ہے۔ اس بات کو نبی کریم ﷺ نے اسی طرح فرمایا ہے کہ کیا تم نے اس شخص کو دیکھا ہے جس نے اپنے نفس کو اپنا الٰہ اور معبود بنا لیا ہے؟

بندگی سے انحراف کا نتیجہ

جو لوگ دعوتِ بندگی کی ازلی پکار پر لبیک کہتے ہیں' دونوں جہانوں کی سرخروئی ان کا مقدر ٹھہرتی ہے۔ آخرت کی حقیقی فوز و فلاح کے علاوہ دنیا میں بھی عزت و وقار اور غلبہ و اقتدار ان کو نصیب ہوتا ہے' کیونکہ اس کا وعدہ خود ان کے مالک نے ان سے کیا ہے۔

﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ...﴾ (النور: ۵۵)

''اللہ تعالیٰ کا ان لوگوں سے وعدہ ہے جو ایمان لائے اور اعمال صالحہ بجا لائے کہ انہیں زمین میں خلافت و اقتدار عطا فرمائے گا......''

لیکن جو بدنصیب اللہ تعالیٰ کو یکسر بھلا دیتے ہیں' اس کی بندگی سے سرتابی کر کے فرعون و نمرود کی راہ اختیار کرتے ہیں' مال و دولت اور جاہ و منصب کے گھمنڈ میں مقصد زندگی کو فراموش کر دیتے ہیں انہیں دُنیوی اور اُخروی ناکامیوں سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔

دُنیوی ناکامی تو یہ ہے کہ جس طرح وہ اللہ تعالیٰ کو بھلا دیتے ہیں' اس طرح خود اللہ تعالیٰ بھی ان سے نظر کرم پھیر لیتا ہے۔ وہ انہیں اس غلبہ و حکومت سے محروم کر دیتا ہے جو انہیں بندگی کے بجا لانے کے نتیجہ میں حاصل ہوئی تھی' اور ان کی جگہ دنیا کی کسی اور قوم کو اپنی بتائی ہوئی سیدھی راہ یعنی اسلام کے لئے منتخب فرما لیتا اور قوت سے سرفراز کرتا ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ جب تک مسلمان اپنے مقصد حیات پر کاربند رہے' دنیا ان کے گھر کی لونڈی بنی رہی۔ ﴿اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ کا خدائی وعدہ

پورا ہوتا رہا' لیکن جب نقوش بندگی مدھم پڑ گئے اور وہ دنیا کی دلفریبیوں میں کھو گئے تو ان کو قعرِ مذلت میں گرا دیا گیا۔ عباسیوں کا زوال' عظیم عثمانی سلطنت کا خاتمہ اور برعظیم پاک و ہند میں مغل اقتدار کی بساط الٹنے اور مسلمانانِ ہند کا برطانوی استعمار کے زیرِ نگیں آ جانے جیسے سانحات اس حقیقت کی منہ بولتی تصویریں ہیں۔

آخرت کی بربادی اور نقصان یہ ہے کہ ایسے لوگ آتشِ جہنم کا ایندھن بنیں گے۔ وہاں کسی قسم کا کوئی بدلہ' معاوضہ یا سفارش قبول نہیں کی جائے گی۔ قرآن حکیم میں ایک مقام پر فرمایا گیا:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِیْنَ۝﴾

(المؤمن: ٦٠)

''جو لوگ گھمنڈ میں آ کر میری عبادت سے منہ موڑتے ہیں' ضرور وہ ذلیل و خوار ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔''

گویا حقیقی زندگی وہی ہے جو مقصدیت کی راہ پر چل کر گزرے اور اگر زندگی مقصدِ زندگی سے خالی ہو تو وہ سوائے ندامت اور پشیمانی کے کچھ حیثیت نہیں رکھتی ؎

زندگی آمد برائے بندگی
زندگی بے بندگی شرمندگی!

''خطباتِ خلافت''

امیر تنظیم اسلامی و داعی تحریک خلافت پاکستان

ڈاکٹر اسرار احمد کے چار خطبات کا مجموعہ

سفید کاغذ' عمدہ طباعت' صفحات 212

قیمت : (اشاعت خاص مجلد) 80 روپے اشاعت عام : 45 روپے

مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

36۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور (فون : 03-5869501)

مسلمان کا طرزِ حیات (۱۴)

علامہ ابو بکر الجزائری کی شہرۂ آفاق تالیف

"منھاجُ المُسلم" کا اردو ترجمہ

مترجم : مولانا عطاء اللہ ساجد

گزشتہ سے پیوستہ

شیطان کے ولی

مسلمان یہ بھی مانتے ہیں کہ بعض انسان شیطان کے دوست اور اس کے ولی ہوتے ہیں' اُن پر شیطان کا غلبہ ہوتا ہے اور وہ اللہ کے ذکر سے غافل ہو جاتے ہیں۔ شیطان اُن کے سامنے باطل کو مزین کرکے پیش کرتا ہے اور انہیں سچی بات سننے سے بہرا اور حق کے دلائل سے اندھا کر دیتا ہے' چنانچہ اسی کی باتیں مانتے ہیں۔ وہ انہیں شر اور فساد پر آمادہ کرتا ہے' ان کے سامنے برائی کو بھلائی کے روپ میں پیش کرتا ہے' اس لئے وہ برائی پر عمل پیرا ہو جاتے ہیں۔ وہ ان کے لیے نیکی کو برائی کے رنگ میں ظاہر کرتا ہے' چنانچہ وہ نیکی سے متنفر ہو جاتے ہیں۔ گویا ان کی کیفیت اولیاء اللہ کے برعکس ہوتی ہے' للذا وہ ان سے برسرپیکار رہتے ہیں۔ اللہ کے ولی اللہ سے دوستی رکھتے ہیں اور شیطان کے ولی اللہ کو دشمن بنا لیتے ہیں۔ وہ اللہ سے محبت رکھتے اور اسے راضی کرتے ہیں اور یہ اللہ کو ناراض کر لیتے ہیں' للذا یہ اللہ کی لعنت اور غضب کا شکار ہوتے ہیں' اگرچہ ان سے غیر معمولی کام بھی ظاہر ہوں' خواہ وہ ہوا میں اڑنے لگیں اور پانی پر چلنے لگیں' کیونکہ اس قسم کی چیزوں کا ظہور اللہ کی طرف سے اس کے دشمنوں کو ملنے والی مہلت کی وجہ سے ہوتا ہے' یا اس لیے ہوتا ہے کہ شیطان اس قسم کے شعبدوں کے اظہار میں اپنے دوستوں کی مدد کرتے ہیں۔

مندرجہ بالا حقائق کے دلائل درج ذیل ہیں :

(۱) اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں ان کے متعلق بتایا ہے' مثلاً فرمایا :

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓـئُهُمُ الطَّاغُوْتُ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى

الظُّلُمٰتِ ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ ﴾

(البقرۃ : ۲۵۷)

"کافروں کے دوست شیطان ہیں جو انہیں روشنی سے نکال کر اندھیروں میں لے جاتے ہیں۔ یہی لوگ جہنم والے ہیں' وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔"

اور فرمایا:

﴿ وَاِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ اِلٰٓى اَوْلِيٰٓئِهِمْ لِيُجَادِلُوْكُمْ ۚ وَاِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ ۝ ﴾ (الانعام : ۱۲۱)

"بے شک شیطان اپنے دوستوں کی طرف وحی کرتے ہیں تاکہ وہ تم سے جھگڑیں' اور اگر تم نے ان کی بات مان لی تو تم یقیناً مشرک ہو جاؤ گے۔"

اور فرمایا:

﴿ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ۚ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِّنَ الْاِنْسِ ۚ وَقَالَ اَوْلِيٰٓؤُهُمْ مِّنَ الْاِنْسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَّبَلَغْنَآ اَجَلَنَا الَّذِيْٓ اَجَّلْتَ لَنَا ؕ قَالَ النَّارُ مَثْوٰىكُمْ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ ﴾

(الانعام : ۱۲۸)

"اور جس دن ہم ان سب کو جمع کرلیں گے (اور کہیں گے): اے جِنّوں کے گروہ! تم نے انسانوں سے بہت کام لیا۔ اور انسانوں میں سے ان (شیطانوں) کے دوست کہیں گے: ہمارے مالک! ہم نے ایک دوسرے سے فائدہ اٹھایا' اور ہم اُس مقرر وقت تک پہنچ گئے جو تُو نے ہمارے لیے مقرر کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: تمہارا ٹھکانا آگ ہے' اس میں ہمیشہ رہو گے مگر جو اللہ چاہے۔"

اور فرمایا:

﴿ وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ۝ وَاِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝ ﴾

(الزُّخرف : ۳۶' ۳۷)

"اور جو کوئی رحمٰن کے ذکر سے آنکھیں بند کرلے ہم اس کے لیے ایک شیطان مسلط کر دیتے ہیں' وہ اس کے ساتھ رہتا ہے۔ اور وہ انہیں (سیدھی) راہ سے

روکتے ہیں اور یہ سمجھ رہے ہیں کہ وہ ہدایت پر ہیں۔"

نیز ارشاد ربانی ہے :

﴿ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ○ ﴾

(الاعراف : ۲۷)

"ہم نے شیاطین کو ان کے دوست بنادیا ہے جو ایمان نہیں رکھتے۔"

نیز فرمایا :

﴿ اِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ○ ﴾ (الاعراف : ۳۰)

"انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر شیاطین کو دوست بنالیا ہے اور سمجھتے ہیں کہ وہ ہدایت پر ہیں۔"

اور فرمایا :

﴿ وَقَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَآءَ فَزَيَّنُوْا لَهُمْ مَّا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ... ﴾

(فُصِّلت : ۲۵)

"اور ہم نے ان کے لیے ساتھ رہنے والے (شیطان) مقرر کردیئے تھے تو انہوں نے ان کو مزین کر دکھایا جو کچھ ان کے آگے پیچھے تھا۔"

اور فرمایا :

﴿ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ ؕ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ؕ ﴾ (الکہف : ۵۰)

"اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم (علیہ السلام) کو سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا۔ وہ جنوں میں سے تھا' پس اس نے اپنے رب کے حکم کی نافرمانی کی' تو کیا تم مجھے چھوڑ کر اسے اور اس کی اولاد کو دوست بناتے ہو' حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں؟"

(۴) جناب رسول ﷺ نے بھی متعدد احادیث میں یہ حقیقت واضح فرمائی ہے۔ حدیث میں ہے کہ ایک بار تارہ ٹوٹا اور روشنی ہوگئی تو آنحضرت ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

سے پوچھا: جاہلیت میں تم لوگ ایسے موقع پر کیا کہا کرتے تھے؟ انہوں نے عرض کیا: ہم کہتے تھے کہ کوئی عظیم آدمی مرنے والا ہے یا پیدا ہونے والا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: یہ ستارے کسی کے مرنے جینے پر نہیں ٹوٹتے' بلکہ بات یہ ہے کہ ہمارا رب تبارک وتعالیٰ جب بھی کسی کام کا فیصلہ کرتا ہے تو عرش اٹھانے والے فرشتے سبحان اللہ کہتے ہیں' پھر اُن کے قریب آسمان پر موجود فرشتے سبحان اللہ کہتے ہیں' پھر ان کے قریب والے' حتیٰ کہ آسمانِ دنیا کے فرشتوں تک نوبت آجاتی ہے۔ پھر آسمان والے فرشتے عرش اٹھانے والے فرشتوں سے پوچھتے ہیں: ہمارے رب نے کیا فرمایا؟ وہ ان کو بتاتے ہیں' پھر ہر آسمان والے اس خبر کے متعلق سوال کرتے ہیں حتیٰ کہ پہلے آسمان والے فرشتوں تک خبر پہنچ جاتی ہے۔ شیاطین چوری چھپے اس کو سننے کی کوشش کرتے ہیں تو ان کو انگارے مارے جاتے ہیں۔ (جو شیطان بچ کر نکل آتے ہیں) وہ یہ اپنے ولیوں (کاہنوں اور نجومیوں) کو بتادیتے ہیں۔ تو جو بات انہوں نے صحیح بتائی ہوتی ہے وہ صحیح نکل آتی ہے لیکن وہ (اپنے پاس سے جھوٹی باتوں کا) اضافہ بھی کر دیتے ہیں۔ "(۱۰)

جنابِ رسول اللہ ﷺ سے کاہنوں (نجومیوں وغیرہ) کے متعلق سوال کیا گیا تو حضور ﷺ نے فرمایا: "یہ کچھ نہیں"۔ صحابہ نے عرض کی: بعض اوقات ہمیں وہ کوئی بات بتاتے ہیں اور وہ سچی نکل آتی ہے۔ فرمایا:

((تِلْكَ الْكَلِمَةُ مِنَ الْحَقِّ يُخْطِفُهَا الْجِنُّ فَيُقَرْقِرُهَا فِيْ اُذُنِ وَلِيِّهٖ فَيَجْعَلُوْنَ مَعَهَا مِائَةَ كِذْبَةٍ)) (۱۱)

"یہ وہی سچی بات ہوتی ہے جسے جن چوری چھپے سن لیتا ہے اور اپنے ولی (یعنی کاہن) کے کان میں آکہتا ہے۔ وہ لوگ اس ایک (سچی) بات کے ساتھ سو جھوٹ (اپنے پاس سے گھڑ کر) ملا لیتے ہیں۔"

اور ارشاد فرمایا:

((مَا مِنْكُمْ مِنْ اَحَدٍ اِلاَّ وَقَدْ وُكِّلَ بِهٖ قَرِيْنُهٗ)) (۱۲)

"تم میں سے ہر شخص کے ساتھ ایک ساتھی (شیطان) مقرر کر دیا گیا ہے"۔

اس کے علاوہ فرمایا:

((اِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِيْ مِنَ ابْنِ آدَمَ مَجْرَى الدَّمِ مِنَ الْعُرُوْقِ فَضَيِّقُوْا

عَلَيْهِ مَجَارِيَهُ بِالصَّوْمِ))(۱۳)

"شیطان انسان (کے باطن) میں اس طرح چلتا ہے جس طرح رگوں میں خون گردش کرتا ہے' لہٰذا تم روزے (زیادہ) رکھ کر اس کے راستے تنگ کر دو۔"

(۳) ہر دور میں اور ہر جگہ پر ہزاروں لوگوں کے مشاہدہ میں عجیب و غریب شیطانی احوال آتے رہے ہیں۔ کسی کے پاس شیطان قسم قسم کے کھانے اور مشروبات لا کر حاضر کر دیتا ہے' کسی کی ضرورت شیطان پوری کر دیتا ہے' کسی سے پوشیدہ رہ کر باتیں کرتا ہے اور اُسے خفیہ معاملات اور پوشیدہ رازوں کی اطلاع دے دیتا ہے' کسی پر ہتھیاروں کا اثر نہیں ہونے دیتا۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ کوئی شخص کسی نیک انسان کو پکارتا ہے تو شیطان اس نیک ولی اللہ کی صورت میں پکارنے والے کے سامنے آ جاتا ہے اور اس طرح اسے دھوکا دے کر شرک پر پختہ کر دیتا ہے۔ بعض اوقات کسی انسان کو شیطان دور دراز کے شہر میں لے جاتا ہے' یا دور دراز سے کسی انسان کو یا کسی ضرورت کی چیز کو اس کے پاس حاضر کر دیتا ہے۔ اسی طرح اور بہت سے ایسے شعبدے ظاہر ہوتے ہیں جو خبیث جن اور شیطان کر سکتے ہیں۔

یہ سب شیطانی شعبدے انسانی روح کے پلید ہونے کی وجہ سے ظاہر ہوتے ہیں' کیونکہ ایسا شخص شر' فساد' کفر اور گناہ کے ایسے کام کرتا ہے جن کا حق' نیکی' ایمان' تقویٰ اور بھلائی سے کوئی تعلق نہیں ہوتا حتیٰ کہ انسان خباثت اور شرارت کے اس مقام تک پہنچ جاتا ہے کہ شیطانی ارواح اس سے آ ملتی ہیں جن کی فطرت میں خبث اور شر موجود ہوتا ہے۔ اس طرح اس بُرے انسان میں اور شیطان میں پکی دوستی ہو جاتی ہے' وہ ایک دوسرے کو باتیں بتاتے ہیں اور ایک دوسرے سے تعاون کرتے ہیں' جو کام ایک نہیں کر سکتا وہ دوسرا کر دیتا ہے۔ اس لیے قیامت کے دن انہیں کہا جائے گا:

﴿ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِّنَ الْاِنْسِ ۚ ﴾

"اے جِنّوں کے گروہ! تم نے انسانوں سے بہت کام لیا۔"

اور ان کے انسانی دوست کہیں گے:

﴿ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ .... ﴾ (الانعام: ۱۲۸)

"اے رب! ہم نے ایک دوسرے سے فائدہ اٹھایا تھا...."

اولیاء اللہ کی کرامتوں میں اور اولیاء شیطان کے شعبدوں میں فرق اس طرح معلوم ہو سکتا ہے کہ انسان کی سیرت اور حالات کو دیکھا جائے۔ اگر وہ شخص ایمان اور تقویٰ کا حامل ہے اور ظاہری و باطنی طور پر اللہ کی شریعت پر عمل پیرا ہے تو اس کے ہاتھ پر ظاہر ہونے والے خرقِ عادت کام کو کرامت سمجھا جائے گا۔ اور اگر یہ شخص گناہوں اور برائیوں میں ملوث ہے' تقویٰ سے دُور ہے' اللہ کی ہر قسم کی نافرمانی کا ارتکاب کرلیتا ہے' کفر اور فساد میں منہمک ہے' تو اس کے ہاتھ سے ظاہر ہونے والی غیر معمولی شے کو استدراج اور اللہ کی طرف سے ڈھیل سمجھا جائے گا۔ یا پھر اس کی وجہ یہ ہو گی کہ شیطانوں میں سے جو اس کے دوست ہیں وہ اس کی خدمت اور مدد کرتے ہیں۔

حواشی

(۱۰) صحیح مسلم' کتاب السلام' باب تحریم الکھانۃ واتیان الکھان۔ مسند احمد

(۱۱) متفق علیہ۔ صحیح البخاری' کتاب الطب' باب الکھانۃ' کتاب الادب' باب قول الرجل للشیء' لیس بالشیء' کتاب التوحید' باب قراءۃ الفاجر والمنافق واصواتھم۔ صحیح مسلم' کتاب السلام' باب تحریم الکھانۃ واتیان الکھان۔

(۱۲) صحیح مسلم' کتاب صفات المنافقین واحکامھم' بات تحریش الشیطان وبعثہ سرایالفتنۃ الناس وان مع کل انسان قرینا

(۱۳) یہ حدیث صحیحین میں دوسرے الفاظ میں مروی ہے ((اِنَّ الشَّیْطَانَ یَجْرِیْ مِنْ اَحَدِکُمْ مَجْرَی الدَّمِ)) دیکھئے صحیح البخاری' کتاب النکاح' باب لا یطرق اھلہ لیلا اذا اطال الغیبۃ . . . اور دیگر ابواب۔ صحیح مسلم' کتاب السلام' باب بیان انہ یستحب لمن روی خالیا بامراۃ و کانت زوجۃ لہ او محرمۃ لہ ان یقول ھذہ فلانۃ لیزفع سوء الظن بہ۔

قرآن حکیم کی مقدس آیات اور احادیث آپ کی دینی معلومات میں اضافے اور تبلیغ کے لئے شائع کی جاتی ہیں۔ ان کا احترام آپ پر فرض ہے لہذا جن صفحات پر یہ آیات درج ہیں ان کو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق بے حرمتی سے محفوظ رکھیں

بحث و نظر

کیا اُمت مسلمہ کو نئے ممالک فتح کرنے کا مسئلہ درپیش ہے!

تحریر: حافظ حامد محمود

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ یٰاَھْلَ الْکِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰی شَیْءٍ حَتّٰی تُقِیْمُوا التَّوْرٰةَ وَالْاِنْجِیْلَ وَمَا اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ مِنْ رَّبِّکُمْ ط﴾ (المائدۃ:٦٨)

''صاف کہہ دو کہ اے اہل کتاب! تم کسی بھی راہ پر نہیں جب تک کہ توراۃ اور انجیل کو جو تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے' قائم نہیں کر لیتے''۔

قومی جذبات کو ایک طرف رکھ کر سوچئے! تورات اور انجیل کو قائم کئے بغیر کوئی قوم اپنے آپ کو ہدایت یافتہ سمجھتی ہے تو قرآن اس کا یہ شیطانی زعم کس شدت سے دُور کرتا ہے کہ تم تو کسی دین و مذہب پر بھی نہیں جب تک تم ''اپنی'' تورات اور انجیل کو قائم نہیں کر لیتے اور کم از کم جو تم پر نازل ہوا ہے اس کی اقامت نہیں کر لیتے۔ یہ قرآن تو دوسری امتوں کو بھی آئینہ دکھا دیتا رہا...... اب ایک ایسی قوم کے بارے میں کیا خیال ہے جو خود اسی قرآن کو قائم کئے بغیر اپنے آپ کو ہدایت یافتہ سمجھے (بلکہ اس کے بعض جذباتی لوگ تو دوسری قوموں کو اس کا باج گزار بنانے کی فرضیت بھی ثابت کریں!)

کیا توراۃ اور انجیل کی نسبت قرآن کو اپنے اندر قائم نہ کرنے والی قوم ﴿لَسْتُمْ عَلٰی شَیْءٍ﴾ (تم تو کسی دین مذہب پر نہیں) کے خطاب کی کہیں زیادہ حق دار نہیں؟

اب کیوں نہ ایسے لوگ یہاں اٹھ کھڑے ہوں جو اِس قوم کو دوسری قوموں پر چڑھائی کا مشورہ دینے سے پہلے یہ سبق پڑھائیں کہ جب تک ہم اس ملک کا نقشہ نہیں بدل دیتے جو ''ہمارا'' ہے اور ہمیں ''حاصل'' ہے تب تک قرآنی نسخۂ کیمیا میں ہمارے

لئے ''نصرتِ الٰہی'' نہیں ذلت اور مسکنت ہے۔

یہ ذلت جو خود قرآن کسی قوم کے لئے تجویز کرتا ہو کسی نیوکلیئر انرجی یا میزائلوں کے زور سے پھر دفع کیسے ہوسکتی ہے؟ یہ ہولناک آفت' جو روز بروز ہولناک تر ہوتی جا رہی ہے' ہم سے دور ہوسکتی ہے تو صرف اس صورت میں کہ اسے دفع کرنے کا نسخہ خود قرآن سے پوچھا جائے! کیا ہم اس قوم اور ملک کو کتاب اللہ سے اپنا فرض دریافت کرنے پر آمادہ کر سکتے ہیں؟ جب تک اس بات کا امکان واضح نہیں ہو جاتا الٰہی نسخہ علاج میں ہمارے لئے ذلت کی اور بھی وحشت ناک شکلیں تجویز ہوسکتی ہیں۔ ڈر جانا چاہئے اور یقین رکھنا چاہئے کہ ''ہدایت'' کے بغیر عزت و برتری کی ہر منزل ایک خوشنما سراب کے سوا کچھ نہ ہوگی۔

کشمیر سمیت دنیا بھر کے مسلمانوں کے کام آنا یقیناً ہم سب پر فرض ہے' مگر کیا شک ہے کہ ایک باعزت قوم ہی کسی دوسری قوم کو ذلت سے نجات دلا سکتی ہے۔ ایک درماندہ قوم کسی اور کی درماندگی کا علاج کیا کرے گی؟ ہاں باعزت بننے کا یہ نسخہ درکار ہو تو وہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کے اندر جلی حروف میں لکھا ہے اور ہر وقت دستیاب ہے۔ اب یہ آپ کی نیت پر ہے کہ قومی اور ملکی سطح پر آپ کو اپنا بھلا مقصود ہے یا کشمیری اور ہندی مسلمانوں کا۔ ہر دو مقاصد کے لئے قرآن بہر حال ایک ہی نسخۂ علاج تجویز کرتا ہے:

﴿...وَاَوْفُوْا بِعَهْدِيْٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ وَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ۝﴾ (البقرۃ: ٤٠)

''تم میرا عہد پورا کرو تو میں اپنا عہد پورا کروں گا' اور ایک مجھ ہی سے ڈرا کرو''۔

قرآن کو حاکم بنائے بغیر آپ کے اقتصادی ماہرین اور سیاسی و مذہبی دانشور عزت و تمکنت کے جو بھی گر تلاش کر لیں وہ آپ کی بے چارگی میں کچھ اور ہی اضافہ کریں گے' بلکہ وہ سرے سے راستے ہی کہلانے کے لائق نہیں' یہ چور دروازے ہیں۔ چور دروازے افراد کے کام تو آسکتے ہیں قومیں کبھی چور دروازوں سے نہیں گزریں!

اور اگر ان ''متبادل راستوں'' کی ضرورت اس وجہ سے محسوس ہونے لگے کہ کسی قوم کا قرآن کی طرف لوٹ آنا مشکل دکھائی دیتا ہو یا کسی صورت ممکن ہی نظر نہ آتا ہو

تب تو یہ بہت بڑا لمحہ فکر یہ ہوگا۔ پھر تو اصلاح کرنے والوں کو سر جوڑ کر بیٹھ جانا چاہئے۔
تب ''متبادل راہوں'' سے کوئی امید رکھ لینا اور بھی فضول ہوگا!

یہ بہر حال طے ہے کہ اس امت میں کسی قوم کی عزت یا ذلت اس سوال سے براہ راست مشروط ہے کہ اس کے شہروں اور بستیوں میں قرآن کا کیا مقام ہے؟؟ — اس سوال سے صرف وہی شخص صرف نظر کرسکتا ہے جس کی بصیرت مسخ کردی گئی ہو۔

عَنْ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ :
((اِنَّ اللّٰهَ یَرْفَعُ بِهٰذَا الْکِتٰبِ اَقْوَامًا وَّیَضَعُ بِهٖ اٰخَرِیْنَ)) (رواہ مسلم)

''بروایت حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: ''یہی وہ کتاب ہے جس کے بل بوتے پر اللہ تعالٰی کی جناب سے کسی قوم کو بلندی نصیب ہوتی ہے اور کسی کو پستی''۔

رسول برحق ﷺ کی بات سچ نہ ہوگی تو بھلا اور کس کی ہوگی؟

رستم ایران کے سامنے رسول اللہ ﷺ کے ایک تربیت یافتہ ربعی بن عامر (رضی اللہ عنہ) کی زبان پر بے ساختہ اور بے دھڑک یہ الفاظ سن کر زعمائے فارس دم بخود ہو جاتے ہیں:

''ان اللّٰه ابتعثنا لنخرج العباد من عبادة العباد الی عبادة ربِ الْعباد، ومن جور الادیان الی عدل الاسلام، ومن ضیق الدنیا الی سعة الاخرة''

''یقیناً ہمیں اللہ تعالٰی نے اس مشن پر بھیجا ہے کہ ہم بندوں کو بندوں کی بندگی سے نکال کر بندوں کے رب کی بندگی میں لے آئیں ان کو باطل ادیان کے ظلم و استحصال سے رہائی دلا کر اسلام کے عدل سے ہمکنار کریں اور دنیا کے تنگ تصور سے نکال کر ان کو آخرت کا وسیع افق دیکھنا سکھائیں۔''

آپ اوّل سے آخر تک قرآن پڑھ جایئے کسی مسلم نام کی نسل یا ملک کی حدود کی توسیع کے کام کو اللہ کی عبادت قرار دینے کے لئے قرآن میں ایک حرف تک نہیں نہ اس مقصد کے لئے آج تک کوئی نبی مبعوث ہوا ہے۔ قرآن کی اصل دعوت تو بندگی ہے...... اللہ وحدہ لاشریک کی بندگی...... فرد کی سطح پر بھی قوم کی سطح پر بھی اور ملک کی سطح پر بھی...... ذہنوں پر بھی دلوں پر بھی اور سروں پر بھی...... عبادت خانوں میں بھی

دفتروں، عدالتوں اور ایوانوں میں بھی...... نماز میں بھی، تہذیب میں بھی اور حکم و قانون میں بھی...... عوام پر بھی، حکام پر بھی اور فوج پر بھی...... ایک اللہ احکم الحاکمین کی بندگی بغیر کسی شریک کے، بغیر کسی قانون ساز، کسی عدالت، کسی وزیر اعظم یا چیف ایگزیکٹو کی شرکت کے...... صرف اللہ وحدہ لاشریک کی بندگی...... ایسی بندگی کہ ایک اُس کا اور صرف اُسی کا حکم چلے اور اُسی کا قانون۔ اُسی کو پکارا جائے اور اُسی کے نام کا علم بلند ہو۔ باقی ہر شریعت اور ہر قانون ختم ہو، ہر نظام کالعدم ہو، ہر دستور سمیٹ دیا جائے اور ہر پرچم لپیٹ دیا جائے، کوئی تعظیم کی جانے والی مورت اور پورٹریٹ سروں کے اوپر نہ رہنے دی جائے، اور اللہ کے گھروں کے سوا کسی عمارت، کسی پتھر، کسی لکڑی، کسی دیوار، کسی مینار یا کسی مزار کی عزت اور تعظیم کا تصور تک مسخ کر دیا جائے۔

ہاں، یہ بندگی کا تصور جب کسی قوم میں قائم ہو، کسی معاشرے کے در و دیوار جب واقعی یہ شہادت دینے لگیں کہ یہاں اللہ وحدہ لاشریک کے سوا کسی کو بندگی کرانے اور اپنی چلانے کا حق حاصل نہیں اور یہ کہ ایک محمد ﷺ کی شریعت اور طرزِ زندگی کے سوا یہاں کسی تہذیب اور کسی قانون کا چلن گوارا نہیں، جب کوئی ملک اپنے سماجی اور عمرانی نظام کی زبان سے "رَبُّنَا اللّٰہُ" کا برملا اقرار کر رہا ہو تو پھر قرآن میں ضرور ایسی بے شمار آیات ہیں جو ایسی قوم کو، ایسے معاشرے کو اور ایسے ملک [1] کو آگے بڑھ کر اوروں تک یہ امانت پہنچا دینے کا مجاز بلکہ پابند قرار دیتی ہیں کہ جو شہادت تم نے اپنے گھروں، اپنے بازاروں، اپنے ایوانوں اور اپنے پورے معاشرے میں دے رکھی ہے اور جو گواہی تم معاشرتی سطح پر صبح و شام اپنے ملک میں دیتے ہو کہ یہاں اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور صرف محمد ﷺ ہی دنیا میں انسانی معاشروں، ملکوں اور قوموں کی راہنمائی کے مجاز ہیں، یہ شہادت اور گواہی اب تم پوری دنیا میں اور آس پڑوس کے سب ملکوں میں دو۔ اپنے گھر میں غیر اللہ کی بندگی کا خاتمہ کر چکے ہو تو اب دنیا میں غیر اللہ کی بندگی کی زنجیریں توڑ کر انسانوں کو آزاد کراؤ اور ان کو اللہ کی بندگی کی ویسی ہی شہادت دینے کا آزادانہ موقع فراہم کرو جیسی شہادت خود تم نے اپنے معاشرے میں اپنے قول و عمل

سے دے رکھی ہے۔ جیسے ارشاد ربانی ہے:

﴿فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ﴾ (البقرة:۱۳۷)

''اگر یہ (کفار) اسی جیسا ایمان لے آتے جیسا تم لے آ چکے ہو تو سمجھو یہ بھی ہدایت یافتہ ہیں۔''(۲)

اور اس مقصد کے لئے اگر انسانوں کا خون بہے تو بہہ جائے' کیونکہ یہ خون قیمتی ضرور ہے مگر اللہ کی بندگی سے قیمتی نہیں۔

رہی وہ قوم جو خود اپنے گھروں میں اللہ کی بندگی کی یہ شہادت نہ دے رہی ہو' وہ معاشرہ جو محمد ﷺ کی فرمانبرداری کی بجائے (مجموعی طور پر) کافرانہ تہذیب کا نقشہ پیش کر رہا ہو' میڈیا اور شو بزنس سے لے کر بینکوں اور ایوانوں تک جس ملک کے نظام سے ''رَبُّنَا اللّٰہُ'' کی صدا آنے کی بجائے صبح و شام اللہ اور اس کے رسول سے الٹا اعلانِ جنگ کا پیغام ملتا ہو' ایسی قوم' ایسا معاشرہ اور ایسا ملک بہر حال اس بات کے مجاز نہیں کہ اس کے مذہبی پیشوا اس کے لئے خون کی اپیل کرتے وقت قرآن سے جہاد فی سبیل اللہ کی آیات تلاوت کریں' اس کی جنگوں پر بدر و اُحد کی آیات پڑھیں یا اس کے سیز فائر پر صلح حدیبیہ کی احادیث۔ اپنی قومی ضروریات آپ جس چیز سے پوری کرنا چاہیں ہر ملک اور ہر قوم کی طرح آپ کو اس کا پورا حق ہے' مگر قرآن کسی ''مسلم'' نسل کی قومی کتاب نہیں' نہ یہ کتاب کسی قوم یا کسی ملک کی خدمت کے لئے آئی ہے' البتہ قومیں اور ملک ضرور اِس کی خدمت کے لئے پیدا ہوئے ہیں۔

وہ اسلام جو آپ جذبات کی رو میں آ کر پورے ہندوستان' یورپ اور امریکہ تک پر غالب کر دینے کا بار بار عزم دہراتے ہیں آخر وہ اسلام آپ کے اپنے گھر میں اور اپنے دل پاکستان میں اس بری طرح مغلوب کیوں ہے؟ وہ کون سا اسلام ہے جو کہ آپ کی اپنی سرزمین میں تو کئی عشروں کی خواری کے بعد بھی قائم نہیں ہو سکتا' لہٰذا واحد اُمید یہ رہ گئی ہے کہ اس کی سربلندی اور قیام کا معجزہ اب کسی طرح کافروں کے زیر قبضہ زمین پر رونما ہو جائے! یعنی اپنے گھر میں کفر اور ظلم کا اندھیر ختم کرنے اور اسلام کا چراغ جلانے کے لئے آپ کو جس نو من تیل کی ضرورت ہے وہ صرف دیارِ کفار کی فتح سے ہی حاصل کیا جا سکتا ہے! اور جب تک یہ نو من تیل حاصل نہیں کر لیا جاتا اُس

منصوبے کی رو سے آپ کی اپنی قوم کو بھی تب تک کفر کے اندھیروں میں ہی بیٹھ رہنا ہو گا!! (حالانکہ اس کا باعث صرف اپنے دلوں کا اندھیرا ہے۔ بحوائے الفاظ قرآنی: وَمَنْ لَّمْ یَجْعَلِ اللّٰہُ لَہٗ نُوْرًا فَمَا لَہٗ مِنْ نُّوْرٍ) یہ کیسا خلط مبحث ہے؟ کن قومی اغراض کے لئے دین کی یہ ترتیب اُلٹ دی گئی ہے؟ یہ کیسی منطق ہے کہ میرے گھر میں تو اسلام غالب نہیں مگر میں اپنے پڑوسی کے گھر میں اسلام قائم کر کے چھوڑوں گا' خواہ اس مقصد کے لئے مجھے اس کی جان لینی پڑے یا اپنی جان دینی پڑے!

یہ بات سمجھ آنا دشوار کیوں ہو گیا ہے کہ بطورِ مسلمان آپ اس ملک میں اتنے لاغر اور بے اثر ہیں کہ خود اپنے گھر میں اور اپنے معاشرے میں شیطان کی بندگی کو روک دینا اب آپ کے بس میں نہیں! پھر کیا تعجب کی بات نہیں کہ اپنے جس کیمپ کے اندر آپ اللہ کی بغاوت ختم نہیں کرا سکتے اس کو توسیع دے کر آپ پوری دنیا سے اللہ کی بغاوت ختم کر دینے کی اسکیم پر عمل پیرا ہیں!

حقیقت یہ ہے کہ پاکستان کا قیام عمل میں نہ آیا ہوتا اور یہاں اسلام کے نام پر کفر کا تماشا دنیا نے نصف صدی تک نہ دیکھ رکھا ہوتا تو شاید آپ کے لئے یہ غلط فہمی پالنے کی گنجائش رہ جاتی کہ اپنے غلبہ اسلام کے حسین خواب کی تعبیر آپ ایک ایسی قومی ریاست کی تشکیل یا توسیع میں تلاش کریں جس کی باگ ڈور ایک لادین قیادت کے ہاتھ میں ہو۔ پاکستان کا تجربہ سامنے نہ ہوتا تب ضرور ہم آپ کے لئے لاعلمی کا عذر تلاش کرتے اور یہ فرض کر لیتے کہ جاہلیت کی کمان میں اسلام کا تجربہ کرنے کے سنگین نتائج سے شاید واقعی آپ بے خبر ہیں۔ تب ضرور ہم یہ تسلیم کر لیتے کہ ناتجربہ کاری کی وجہ سے آپ اس خام خیالی کا شکار ہیں کہ قیادت اور حکومت کیسی بھی ہو فی الوقت آپ کا اصل مسئلہ زمین کا حصول ہے' باقی مسائل ثانوی ہیں' اور وقت آنے پر دیکھے جاتے رہیں گے۔ اگرچہ قیامِ پاکستان سے پہلے بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی کمالِ قدرت سے ایسے لوگ پیدا کر دیئے تھے جنہوں نے آپ کی پوری قوم کو بروقت خبردار کرنے کا فرض ادا کر دیا اور اپنی جانب سے حجت تمام کر دی تھی۔ [۳] پھر تاریخ نے ثابت بھی کر دیا' اور تاریخ کی یہ شہادت اب تک اس قوم کے سر قرض ہے' کہ جن مسائل کو آپ اس وقت

ثانوی اور بعد کے مسائل کہہ رہے تھے وہ ہمیشہ ثانوی اور بعد کے مسائل ہی رہے اور جن باتوں کا آپ کے خیال میں ابھی وقت نہیں آیا تھا ان باتوں کا پھر آج تک کبھی وقت نہیں آیا۔ مگر اس کے باوجود ہم مان لیتے ہیں کہ مسلمانانِ ہند کو آج سے ساٹھ سال پہلے جو بات سمجھائی جا رہی تھی اس کو نہ سمجھنے میں وہ کچھ نہ کچھ معذور ہو سکتے تھے۔ اسلام کی عظمت کے جو سہانے خواب وہ اس وقت ''خطہ زمین'' سے وابستہ کر چکے تھے ان کی تعبیر وہ مسلم لیگ کی قیادت کے ہاتھ پر تلاش کر رہے تھے' ان خوابوں کا محض خواب اور خیال ہونا ان کو اس وقت شاید واقعی سمجھ نہ آ سکا ہو۔ تجربے کی یہ شہادت اور اسلام کا فہم نہ ہونے کے باعث چلئے ہم تسلیم کر لیتے ہیں کہ سادگی میں آ کر آپ نے اس وقت پٹھان کوٹ سے اٹھنے والی ہوشیار کن آواز کو' جو کہ نوشتہ دیوار تھی' محض اندیشے قرار دے کر عوام کے جذبات سے خطاب جاری رکھا اور ان کو جاہلیت کی قیادت میں اسلام کی شان دوبالا کر دینے کے مشن سے پیچھے نہ ہٹنے دیا' یہاں تک کہ اچھے اچھے دین دار بھی تب ''فکر فردا'' سے بے پرواہو کر محض امروز کے لئے جذباتی ہو رہے تھے' مگر یہ دیکھ کر تو حیرت کی انتہا نہیں رہتی کہ اب بھی جاہلیت کی قیادت میں اسی جذبے سے صف باندھ کر عین وہی نعرے بلند فرما رہے ہیں! آج ساٹھ سال بعد بھی بھلا ان ہی غلط فہمیوں کی گنجائش کیسے مان لی جائے؟؟

اب اس خام خیالی کی جگہ کہاں رہ گئی ہے؟ اس تکلیف دہ صورت حال کو ہم ٹھنڈے پیٹوں کیسے قبول کر لیں کہ برصغیر کے مسلمانوں کے لئے قیامِ پاکستان میں کوئی سبق نہیں؟ وہ بنیادی فرق جو معاملات طے کر کے چلنے اور طے کئے بغیر چل پڑنے میں ہوا کرتا ہے' اور قوموں کی زندگی کا تو اہم ترین سوال ہوا کرتا ہے' اب بھی وہ فرق اگر سمجھ میں نہیں آیا تو پھر کس قیامت کا انتظار باقی ہے؟ ساٹھ سال پہلے اشارات اور تنبیہات کی زبان تو خیر کر ہی کیا سکتی تھی' یہاں تو تجربے کا کوڑا ابھی جو نصف صدی سے ہم پر اپنے ہی ہاتھوں مسلسل اور پورے زور سے برس رہا ہے' بے اثر دکھائی دیتا ہے۔ تنبیہ تو ہوتی ہی اس لئے ہے کہ آپ تجربہ کی کوفت سے بچ جائیں اور کسی فعل کے خطرناک عواقب سے قبل از وقت خبردار ہو جائیں' تا کہ آپ کا وقت اور محنت کسی صحیح

سمت میں صرف ہو۔مگر جہاں آپ وقت سے پہلے تو کیا وقت گزر جانے کے بعد بھی خبردار ہونے پر تیار نہ ہوں اور ایک بل سے ڈسے جانے پر بھی بار بار اسی میں ہاتھ دینے پر بضد ہوں تو کوئی خیر خواہ پھر آپ کی کیا مدد کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بھی تو صرف اس قوم کی حالت بدلتا ہے جو آپ اپنی روش تبدیل کرنے پر تیار ہو۔

بہتر یہی ہے کہ مزید خواری سے بچنے کے لئے آپ اپنے اصل مسئلے کا اب بھی تعین کر لیں۔ ساٹھ سال پہلے آپ قومی اور مذہبی جوش و خروش کے ساتھ یہ کہہ رہے تھے کہ اسلام کے تجربے کے لئے آپ کو زمین درکار ہے' اور اگر آپ کی یہ زمین کی شرط پوری کر دی جائے تو آپ اسلام کے تہذیبی اور عمرانی اصول قائم کر کے دنیا کو دکھا سکتے ہیں۔ آپ کی یہ شرط پوری ہوئی' زمین آپ کو مل گئی جواب بھی آپ کے پاس ہے' اس کا ایک حصہ الگ ضرور ہوا ہے مگر اب بھی وہ آپ جیسے کلمہ گو ہاتھوں ہی میں ہے' مگر سوال تو یہ ہے کہ دنیا کو آپ نے پھر دکھایا کیا؟ کون سے اسلام کا نقشہ پھر آپ نے دنیا میں پیش کر لیا؟ یقین کیجئے کہ یہ سوال ایسا نہیں کہ اسے یونہی جانے دیا جائے۔ آپ کا کوئی ہمدرد اس سوال کا جواب لئے بغیر آپ کو ہرگز آگے بڑھنے نہیں دے گا۔ تاریخ کا طالب علم جو آپ سے ذرا بھی حسن ظن رکھنے کا خواہشمند ہو' آخر یہ سوال کئے بغیر آپ کو اگلے کسی ساٹھ سالہ مشن پر نکل کھڑے ہونے کی اجازت کیسے دے گا؟

(جاری ہے)

حواشی

(۱) یہ درست ہے کہ فقہ اسلامی کی رو سے ''جہاد الطلب'' (جس میں اقدام (initiative) کر کے خود دشمن سے جنگ کی جاتی ہے) اور ''جہاد الدفع'' (جو دشمن کے ظلم یا حملہ آوری کو دفع کرنے کے لئے کیا جاتا ہے) دونوں میں فرق ہے۔ اول الذکر میں دشمن کو قبول اسلام' جزیہ یا جنگ کا اختیار دیا جاتا ہے اور ثانی الذکر میں بس جنگ کی جاتی ہے۔ مگر قومیت وطنیت سے تعاون کرنے والی بعض تحریکوں نے جہاد الطلب اور جہاد الدفع کے اس فقہی فرق کو ایک جاہلی مطلب پہنا دیا ہے۔ نتیجتاً وہ کچھ اس قسم کا تاثر دے جاتی ہے کہ جہاد الطلب کے لئے تو ضرور اسلامی ریاست ہی ہونی چاہئے اور اللہ کا دین بھی قائم ہونا چاہئے' البتہ جہاد الدفع کے لئے ایک قومی (nationalist) اور غیر اسلامی ریاست بھی صحیح ہے' اس کے لئے نہ معاشرے کا اسلامی ہونا ضروری ہے اور نہ اس معاشرے پر کوئی ایسی شرط عائد ہوتی ہے کہ وہ سماجی' معاشرتی' تہذیبی اور

عمرانی طور پر اللہ کی بندگی کی شہادت دیتا ہو' اور زندگی کے ان امور و معاملات میں صرف محمد ﷺ سے ہدایت لیتا ہو۔ لہٰذا نسلی مسلمانوں کی ایک ایسی ریاست جو غیر اللہ کے نظام اور قانون پر قائم ہو' اگر اپنے حقوق کا دفاع کرنے کے لئے جنگ کرے تو ان حضرات کے نزدیک یہ جہاد فی سبیل اللہ یعنی اللہ کے راستے کی لڑائی ہی کہلائی گی۔ اسی طرح کسی علاقے میں نسلی مسلمان آزادی کے ہتھیار اُٹھائیں جو کہ ان کا پیدائشی حق ہے تو بھی یہ جہاد فی سبیل اللہ ہی کہلائے گا' قطع نظر اس سے کہ ان کی نمائندگی (spokesmanship) کا حق کیسی بھی لادین اور اسلام سے نابلد قیادت یا حکومت کے پاس ہو۔ جاہلیت کے لئے اسلام میں یہ ساری گنجائش صرف اس بناء پر نکال لی گئی کہ شریعت میں ظلم سے دفاع میں لڑنے کی اجازت دی گئی ہے۔ اس ضمن میں تفصیلی گفتگو تو کسی اور مقام پر ہو سکتی ہے۔ سردست یہ واضح ہو جانا کافی ہے کہ جہاد الطلب اور جہاد الدفع میں فرق اس لحاظ سے نہیں ہوا کرتا کہ اوّل الذکر میں تو لڑائی کے اہداف و مقاصد سمیت معاشرے اور قیادت کا اسلامی ہونا ضروری ہے جبکہ ثانی الذکر میں یہ سب کچھ غیر اسلامی ہو تب بھی ٹھیک ہے' بلکہ دونوں میں اگر کوئی فرق ہے تو وہ یہی ہے کہ ایک میں اقدام ہوتا ہے اور دوسرے میں دفاع۔ معاشرے کا مجموعی طور پر پابند اسلام ہونا' لڑائی کا واضح مقصد اللہ کی بندگی اور اس کے دین کا قیام ہونا اور نمائندگی کا خالص اسلامی ہونا' تو یہ جہاد الدفع کے لئے بھی ویسی ہی شرط ہے جیسی جہاد الطلب کے لئے۔

اب اس حوالے سے آخری سوال یہ رہ جاتا ہے کہ چلئے ایک ریاست غیر اسلامی ہی سہی مگر جب اس کے جائز اور انسانی حقوق خطرے میں ہوں یا اس پر جارحیت اور ظلم کی صورت ہو تو کیا اس کو اپنے دفاع میں یا اپنے حقوق کے تحفظ کی خاطر ہتھیار اٹھانے تک کی اجازت نہیں؟ اور کیا اس کے لئے ہم یہی تجویز کرتے ہیں کہ اس کو ہر قسم کی جارحیت کے سامنے بس ہتھیار ہی ڈال دینے چاہئیں؟ ہم ایسا نہیں کہتے۔ یہ محض الزام مالا یلزم کی ایک صورت ہو سکتی ہے۔ ہم تو صرف یہ کہتے ہیں کہ ایک ایسی ریاست جس کے اور بے شمار معاملات اسلام کی اتباع سے بے نیاز ہیں اور وہ اپنی صوابدید کے مطابق اپنے سبھی کام اطمینان سے انجام دے رہے ہیں' اس معاملے میں بھی ہمارا خیال ہے کہ اسلام سے فتویٰ لئے بغیر اس کا کام چل سکتا ہے۔

(۲) البقرہ ۱۳۷' اگر یہ (کفار) اسی جیسا ایمان لے آتے ہیں جیسا تم لے آچکے ہو تو سمجھو یہ بھی ہدایت یافتہ ہیں''۔ یہ آیت صحابہ کرامؓ کے قابل اتباع اور اسوۂ نمونہ ہونے پر دلیل ہے' مگر قرآن کی بلاغت اور اعجاز ہے کہ اس کی دلالت بیک وقت کئی جہات پر ہوتی ہے۔ اس سے یہ بھی مفہوم نکلتا ہے کہ جو قوم اللہ کی دعوت اور اس کی راہ میں قتال کا علم بلند کرتی ہے اس کو یہ احساس رہنا چاہئے کہ اس نے اس عمل کے نتیجے میں دوسری قوموں سے اسلام کی وہی شہادت دلوانی ہے

جواس نے اپنے معاشرے میں دے رکھی ہے۔
(۳) مراد ہے مولانا سید مودودی کے وہ بصیرت افروز مضامین جوانہوں نے تیس اور چالیس کی دہائی میں ترجمان القرآن میں قلم بند کئے تھے اور بعد ازاں ''تحریک آزادی ہند و مسلمان'' کے عنوان سے کتابی صورت میں مرتب کر دیے گئے تھے۔ انہی مضامین کے حوالے سے ''ایقاظ'' میں بھی ایک تجزیاتی سلسلہ مضامین چلایا جارہا ہے۔ اس سلسلے کا ایک مضمون اس شمارے میں شامل ہے۔ بہرحال کسی کو ہماری اس بات سے یہ غلط فہمی نہ ہو جائے کہ ہم ان علماء کی تائید کرتے ہیں جو کانگریس کا ساتھ دیتے رہے ہیں جیسے ابوالکلام آزاد ہم اس موقف کو گمراہی اور ضلالت سمجھتے ہیں۔

(بشکریہ سہ ماہی ''ایقاظ'' لاہور)

فہم قرآن میں اضافے کے لیے فنی کتاب ''قواعدِ زبان قرآن'' کا مطالعہ کیجیے۔

1	قواعد زبان قرآن ۔ دوسرا ایڈیشن	خلیل الرحمن چشتی	250 روپے
2	درس قرآن کی تیاری کیسے کی جائے ؟	خلیل الرحمن چشتی	15 روپے
3	حدیث کی اہمیت و ضرورت	خلیل الرحمن چشتی	35 روپے
4	نصاب برائے حفظ		30 روپے
5	تزکیۂ نفس		25 روپے
6	توحید اور شرک	محمد خان منہاس	15 روپے
7	رسالت	محمد خان منہاس	15 روپے
8	آخرت کا تصور	محمد خان منہاس	15 روپے
9	نماز	محمد خان منہاس	15 روپے
10	انفاق فی سبیل اللہ		15 روپے
11	مؤثر ابلاغ	محمد خان منہاس	10 روپے

گیارہ (11) کتابوں کے مکمل سیٹ کی قیمت مع ڈاک خرچ -/470 روپے ہے۔
کتابیں وی۔پی نہیں کی جائیں گی۔ منی آرڈر یا ڈرافٹ کا پہلے آنا لازمی ہے۔

الفوز اکیڈمی ، اسلام آباد	317, Street 16, F-10/2, Islamabad
Fax 051- 22 54 139	Tel. : 051- 22 51 933